TAKREER MOHD. ALI

مخصوص کارڈ۔

مصنف :- محمد علی۔

عنوان :-

ترتیب :-

مرتب :- مشتاق احمد۔

اردو تقاریر۔

UC

M992T

comp

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی تقریر جلسہ مسلم لیگ امرتسر میں

"ناظرین۔ وہ وقت بیحد مسرت اور عجیب لطف کا تھا کہ جبکہ مولانا محمد علی صاحب اور مولانا شوکت علی صاحب قید اور نظر بندی سے رہا ہوئے اور سیدھے امرتسر جہاں کہ کانگریس مسلم لیگ اور خلافت کانفرنس کے جلسے ہو رہے تھے۔ ۳۰۔ دسمبر ۱۹۱۹ء کو تشریف لائے اس وقت کی مسرت کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو امرتسر میں موجود تھے یہ مولانا کی رہائی کے بعد سب سے پہلی تقریر ہے جو ۳۰۔ دسمبر ۱۹۱۹ء کو مسلم لیگ کے جلسہ میں فرمائی"

صاحبان۔ ہم لوگ ساون کے اندھے ہیں جس وقت ہم نظر بند ہوئے تھے۔ اس کو آج پورے پانچ برس گذرے ہیں۔ اس وقت ایک مسئلہ ہمارے پیش نظر تھا۔ خدا شاہد ہے کہ اس پورے پانچ سال کے زمانہ میں ہر دن۔ ہر گھنٹہ اور ہر لمحہ میں وہ ہمارے دل و دماغ سے دور نہیں رہا ٹھیک اس وقت جب ہم جیل سے نکل کر آئے ہیں تو اس وقت بھی پیش نظر تھا۔ مجھے آزادی نہ تھی۔ بلکہ ہر مسلمان کو قدم قدم پر قتل۔ زبان کی آزادی لے لی گئی تھی ہم نے اپنے جذبات کو کسی کافر کسی غیر اللہ کے ہاتھ نہیں دیا۔ بحمد اللہ آج ہم آزاد ہیں۔ اسیطرح سے جب مکہ فتح ہوا تھا جب رسول خدا صلعم نے فرمایا تھا۔ جاء الحق و زھق

ہم خدا کے شکر گذار ہیں کہ اس نے پھر موقعہ دیا۔ جو خدمت ہم قید خانہ میں کر رہے تھے۔ وہ باہر انجام دینگے۔ اس وقت آپ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا وہ واقعہ سنایا جو قرآن میں مذکور ہے جب وہ مصر کے قید خانہ میں تھے اور لوگ ان سے خواب کی تعبیر دریافت

کرنے آئے تھے۔ حضرت یوسف نے فرمایا تھا کہ اے میرے قیدخانہ کے شریکو۔ تم سے پوچھتا ہوں کہ یہ ارباب حکومت اچھے ہیں یا واحد القہار۔ اس کی توضیح میں فرمایا کہ بھائیو کیا جلیانوالہ باغ میں بیدردانہ موت مرنے سے ڈرتے ہو۔ یا اس گلی کی ذلت سے جہاں تمہیں رینگ کر چلنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ گوجرانوالہ کی بم بازی کا خوف ہے۔ یا ڈائر ڈائر کا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدائی قہر اس سے بڑا ہے۔ اس نے انفلوئنزا نازل کرکے حقیر و ناتواں کیڑوں مکوڑوں کے اثر سے ایک کروڑ جانوں کو ضائع کرادیا۔ کیا اب بھی تم نہیں سمجھے کہ خدا کا قہر بڑا ہے (آواز آئی اللہ اکبر) فرمایا صرف ہمیں اللہ کا خوف چاہئیے۔ اس کی بادشاہت سب سے بلند بادشاہت ہے۔ میں اپنی ضعیف ماں اپنے بچوں اور اپنی زندگی کو اللہ اور دین کے لئے قربان کرنے کو تیار ہوں۔ میری رہائی سے اگر کوئی معنی اخذ ہو سکتے ہیں تو یہی کہ میں اپنے خدا کے قریب پہونچ جاؤں (اللہ اکبر) ہمیں اس وقت ان علماء سے شکایت کرنی ہے جنہوں نے مسلمانوں کو عبادت کا مفہوم نہیں سمجھایا اور اپنے علم کو ابتدائی منازل کو محدود رکھا۔

ماہ رمضان کے تیس روزے رکھ لینے یا عید الضحےٰ کی تقریب پر جانوروں کا ذبح کردینا ہماری ذمہ واریوں کو ختم نہیں کردیتا۔ بلکہ عبادت کا مفہوم اصلی عبدیت کا سبق دیتا ہے جس سے یہ ذہن نشین کرادیا جاوے کہ ہم اللہ کے غلام ہیں۔ جن کی غلامی ہم کرتے ہیں۔ چند ہستیاں ہیں جو ہماری طرح خود بھی غلامی کی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہیں اس وقت آپنے فرعون مصر کا واقعہ سنا کر اس مضمون کو باوضاحت بیان فرمایا۔

مثال کے طور پر کہا کہ وائسرائے پہلے وائسرائے نہ تھے۔ ہم نے تسلیم کیا تو وہ وائسرائے ہوئے۔ فرعون جب ماں کے بطن سے پیدا ہوا تو وہ خدا نہ تھا۔ ہم نے اس کو تسلیم کیا اور خدا بن گیا اور اس کی غلامی کا طوق گلے میں ڈال کر ہم خود بے حس ہوگئے۔

یاد رکھو کہ کسی کی حکومت کو دوامی بقا نہیں۔ مگر اللہ کو۔ اور کوئی راستہ سیدھا نہیں مگر

دین کا۔ اگر اس پر ایمان رکھتے ہو کہ تم پر کسی کی حکومت نہ ہو تو خدا کی رعایا بنو۔ بادشاہ بھی تمہاری طرح اس کی رعایا کا ایک فرد ہے۔ تم اس کو کہہ سکتے ہو کہ ہم تم ایک خدا کے بندے ہیں۔ مراتب بیشک جدا جدا ہیں۔ مگر عبدیت میں یکساں ہیں چونکہ ہمیں اس مخبر صادق کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ جزیرۃ العرب سے کفار کو نکال دو۔ اس کی تعمیل کے لئے ہم مجبور ہیں وہ بیت المقدس جس کو مسلمانوں نے فتح کیا تھا اور آج تک جس پر خلیفۃ المسلمین ترکی کا اقتدار تھا ہم اس پر اغیار کا قبضہ نہیں رہنے دیں گے۔

اس وقت بیت المقدس کے متعلق جو جنرل ایلنبائی کا بیان شائع ہوا ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ دو تہائی فوج مسلمانوں کی تھی جنہوں نے مسلمانوں کو اس مقام سے پیچھے ڈھکیلا۔ وہ بھی ایک وقت تھا جب خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے تھے اور لوگوں نے فاتح کے اوصاف بیان کئے تھے اور کہا تھا کہ "بیشک وہ جملہ اوصاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں۔ اور اس وقت انہوں نے حضرت عمرؓ کے حوالے کنجیاں کی تھیں یا اب یہ وقت آیا کہ ہم نے اپنے بھائیوں کے خون سے اُن کنجیوں کو تر کرکے واپس کیا افسوس ہم نے اپنے بھائیوں کا خون اپنے ہاتھوں سے بہایا۔ ہم وہ بہادر ہیں کہ جب ان کے سینہ میں گولی مارتے تھے۔ جب ان محافظانِ اماکن مقدسہ پر تیر و تلوار سے وار کرتے تھے اور جب ہمارے وار سے وہ مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپتے تھے تو ہمارا ایک آنسو بھی نہ گرتا تھا اور جب ہم یہ حالات سنتے اور پڑھتے تھے تو ان واقعات کا نقشہ ہمیں اس شعر میں نظر آجاتا تھا جو ہمارے کسی شاعر نے اس طرح پر بیان کیا ہے ؎

قفس میں مجھ سے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم ۔۔۔ گری ہو جس پہ کل بجلی وہ میرا آشیاں کیوں ہو

ہم قفس میں سنتے تھے کہ ہمارے آشیانے پر خدا کے قہر کی بجلیاں گر رہی ہیں یہ کیوں۔ اس لئے کہ مسلمان اللہ کے گھر کی حرمت اور عزت کے خیال کو فراموش کئے ہوئے ہیں۔

ہم اخبارات میں دیکھتے تھے اور دم بخود رہ جاتے تھے۔ ہم کبوتران حرم تھے ہماری زرد

یہ تھی کہ ہمارا آشیانہ وہاں ہو جو بیت عتیق ہے۔

اے عزیزو! ہسال پیدائش رسول ہیں جب نصاریٰ نے بیت اللہ پر حملہ کیا تھا۔ اس وقت ابراہا نے عبدالمطلب کو بلایا اور ان سے گفتگو کی۔ گفتگو نہایت متانت سے ہوئی۔ ابراہا نے کہا ہم تم سے مل کر خوش ہوئے کچھ مانگو ہم دینے کو تیار ہیں تو اس پر عبدالمطلب نے کہا کہ آپ کے آدمی ہمارے آبائی گلہ کی دو سو بھیڑیں لے گئے ہیں وہ واپس کر دو۔ ابراہا نے کہا کہ میں نے تم کو معقول آدمی سمجھ کر اور تمہاری شریفانہ گفتگو سے متاثر ہو کر کہا تھا کہ کچھ حقوق طلب کرو ہم دینے کو تیار ہیں تم نے کیا مانگا اور کیا کہا۔ اس وقت آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا نے کیا کہا۔ کہا کہ بھیڑیں میری ہیں اور کعبہ اللہ کا گھر ہے۔ گھر والا اپنے گھر کی حفاظت خود کرے گا اور وہ ایسا قوی ہے کہ جب واپس لینے کا ارادہ کرے گا تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کے ارادے میں فراحم نہ ہو سکے گی۔ یہ واقعہ رسول کے پہلے کا ہے۔ لیکن اب ہم پر پابندیاں عاید ہیں۔ اس وقت ہم عبدالمطلب کی طرح نہیں کہہ سکتے۔ اس کے بعد انہوں نے کچھ اپنے اخبارات کا ذکر کیا اور پھر توحید کا مسئلہ بیان کیا۔

فرمایا کہ توحید۔ خدا کو ایک ماننا ہے اور اس کی غلامی کرنا۔ اس کے گھر کی حفاظت کرنا شعائر اسلام کی نگہداشت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ میں کعبہ کی حرمت میں اس سے زیادہ کیا کہہ سکتا ہوں کہ مجھے اپنی بی بی۔ ماں کی حرمت سے اس کی عزت زیادہ ہے۔ اور میں اپنی جان کے علاوہ اپنے موجودہ متاع کو اس پر نثار کرنے کو تیار ہوں۔ بھائیو اللہ کے گھر کی حرمت سنبھالو۔ اس کی حرمت ہماری بیٹیوں۔ بیویوں اور ماؤں سے زیادہ ہے۔ اللہ کے گھر کی حفاظت کے لئے اگر ہمیں قید کر لیا گیا تو کوئی چیز نہیں۔ جس مسلمان کو اس کے اعمال کی سزا دنیا میں مل جائے وہ بہتر ہے بہ نسبت اس امر کے کہ اسے عقبیٰ میں سزا ملے۔

ایک زانی کا واقعہ زبان زد عام ہے جسے زنا کرنے کی پاداش میں سنگسار کیا گیا تھا۔ مگر پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھا دیا اور فرمایا کہ اس کے بدعمل کی سزا

اس کو دنیا میں مل گئی۔ اسی طرح اگر ہمارے اعمال کی سزا ہمیں دنیا میں مل جائے تو اچھا ہے۔ میں نے بحالت قید ایک شعر موزوں کیا تھا جس میں اپنے خیالات کا اظہار کسی قدر کیا ہے ملاحظہ ہو ؎

منتخ دار کو حکم نظر بندی ملا   کیا کہوں کیسی رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی

حضرات! کھی کے مارے جانے کے لئے بھی سامان کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ مگر مرنے کیلئے کسی سامان کی ضرورت نہیں۔ اگر ہم کعبہ کی حرمت کو ضروری سمجھتے ہیں تو ہمیں موت سے باک نہ ہونا چاہئے اور مصلحتوں کا لحاظ نہ کرنا چاہئے۔

کیا دھرا ہے عقل میں جز حیرت و سرگشتگی   پھر رہے ہوں پابند اس کا میں وہ دیوانہ نہیں

میں اس وقت جیل سے نکل کر آیا ہوں اگر مصلحتوں پر پابند رہوں تو میرا جیلخانہ میں سے آنا فضول ہوگا۔ صاحبان میں کانگریس میں دیکھ آیا ہوں اور اب بھی کہتا ہوں اور پھر بھی یہی کہوں گا کہ مصلحتوں کو چھوڑیئے اور خدا سے لو لگائیے۔

دوسری تقریر امرتسر کانگریس

"یہ وہ مشہور اور زبردست تقریر ہے جو کانگریس امرتسر میں ۳۱۔ دسمبر ۱۹ء کو جنرل ڈائر سے کمان چھننے کے متعلق تجویز کی تائید میں فرمائی"

بھائیو اور بہنو!

آج میں اپنی آنکھوں سے وہ نظارہ دیکھ رہا ہوں جو آج تک اپنی عمر بھر میں کبھی نہیں دیکھا میں کانگریس کے اس اجلاس کو ایک زبردست اسمبلی نہیں کہوں گا۔ بلکہ یہ تو ایک ماس میٹنگ معلوم ہوتی ہے۔

مگر ہم اس کے لئے کس شخص کے احسانمند ہیں اور کس کی بدولت اتنا بڑا عظیم الشان مجمع ہمارے سامنے ہے۔ کیا یہ زبردست جنگجو کے طفیل میں نہیں ہے جس نے جلیانوالہ باغ میں نہ کسی

جذبۂ رحم سے متاثر ہوکر بلکہ صرف اس لئے گولیاں چلانی بند کردیں کہ اس کی گولی بارود ختم ہو گئی تھی اور اس کی جیب میں بارود کا ایک دانہ اور لوہے کا ایک ٹکڑا بھی باقی نہ رہا تھا شرم شرم۔ جب کہ وہ رام باغ سے آرہا تھا اور راستہ ہی میں اس نے ارادہ کرلیا تھا کہ وہ گولی چلائیگا اور خوب چلائے گا۔ اس نے لوگوں پر جو جلیانوالہ میں جمع تھے گولیاں نہیں چلائیں بلکہ ہمارے دلوں پر گولیاں چلائی ہیں۔ اس نے ایک نئی قوم پیدا کی ہے۔ ایک مضبوط قوم جو انشاء اللہ تعالےٰ روئے زمین پر کسی انسان سے خوف نہ کھائے گی۔ میں غصہ میں نہیں بول رہا۔ کیونکہ وہ زمانہ گذر گیا جب کہ ہم غصہ ہو سکتے تھے۔ اس وقت جب کہ ہم ایک نئی قوم کی قسمت بنا رہے ہیں ہمارے لئے غصہ ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس وقت ضروری ہے کہ ہم اطمینان سے سوچیں اور مضبوطی سے کلام کریں۔

آپ اس وقت اور اس جگہ رزولیوشن پاس کر رہے ہیں۔ لیکن اگر الفاظ نے اپنے معنی چھوڑ نہیں دیئے ہیں تو ان کو رزولیوشن نہیں کہہ سکتے جب تک کہ آپ کسی کام کو کرنے کا مصمم ارادہ نہ کرلیں۔ اگر آپ کاغذ پر کچھ لکھدیں تو اس کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ کیونکہ ہم کوئی گورنمنٹ نہیں ہیں کہ جن قیمت کے چاہیں نوٹ جاری کردیں۔ اگر آپ حقیقتاً کوئی رزولیوشن پاس کرتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہر ایک مرد عورت اور بچہ جو بھی اس تجویز کے لئے رائے دیتا ہے اپنے دل میں ٹھان لے کہ آپ کا یہ مصمم ارادہ ہے اور آپ قطعاً آرام سے نہ بیٹھیں گے اور جو باتیں یہاں سنی ہیں ان کو بھول نہ جائیں گے۔

جو تجویز کہ اس وقت آپ کے سامنے ہے اگر اس کو محدود کرکے دیکھا جائے تو اس کے معنی صرف یہ نکلیں گے کہ آپ صرف دو آدمیوں کو خطا کار ٹھہراتے ہیں۔ لیکن دنیا میں جس قدر ظالم گذرے ہیں ان میں صرف دو ظالموں کو ملامت کرنا خواہ اتنا بڑا عظیم الشان مجمع ہی کیوں نہ ملامت کرے مگر اس کے کچھ معنی نہیں ہیں تا وقتیکہ آپ اپنے دل میں یہ بات ٹھان نہ لیں کہ آج کے بعد سے آپ ظلم برداشت نہ کریں گے۔ میں کوئی بہادر نہیں ہوں (آوازیں بلند

ہوئیں کہ آپ بہادر ہیں) میں سچ کہتا ہوں کہ میں ایک معمولی آدمی ہوں اور مجھ میں بہت سی ایسی کمزوریاں ہیں جو آپ بہت سے لوگوں میں نہ ہوں گی۔ میں آپ سے بتلا دینا چاہتا ہوں کہ میں نے نظر بندی کی سختیوں کو محسوس کیا ہے اور اس سے بڑھکر جیلخانہ کی زندگی کی سختیاں بھی برداشت کی ہیں۔ اب جب کہ میں اور میرے بھائی اور اس قدر ہندو اور مسلمان رہا کر دئے گئے ہیں میں آپ سے یہ اپیل کرونگا کہ وہ کردبار (کردبار اس سلاخ کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی وزنی چیز کو پلٹ دیں۔ یہاں پر مسٹر محمد علی کا مقصد پنجاب کے مظالم سے ہے کہ اسی کے لئے اس قدر سخت ایجی ٹیشن ہوا اور ان ہی مظالم کی وجہ سے سب قیدی رہا کر دئے گئے تو مظالم کردبار یعنی لوہے کی سلاخ تھی جس کے ذریعہ سب قیدیوں پر سے قید کا بھاری بوجھ پلٹ دیا گیا۔

جس کے ذریعہ سے آپ نے ہندوستان کے اس قدر جیلخانوں کی زمین کو ہموار کر دیا ہے ہم جو کہ وہاں قیدی تھے جو کہ ان جیلخانوں میں پڑے سڑ رہے تھے۔ ہم آپ سے یہ درخواست نہیں کریں گے نہیں نہیں اس بات کی برداشت نہیں کریں گے کہ آپ ان کردبار سے اپنے واسطے زنجیریں بنائیں۔ اس لئے خواہ یہ ایک رحم کا فعل ہو خواہ یہ ایک دیر میں آنے والا انصاف ہو خواہ کچھ ہی ہو۔ جس وقت آپ ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں قطعی طور سے اس کو اپنے دل سے نکال ڈالئے۔

بزرگ محترم مسٹر گوکھلے خدا ان کی روح کو آرام دے۔ مجھ خود ان کے دوستوں نے بتلایا ہے کہ وہ اپنی تمام عمر اپنے ایک فعل پر افسوس کرتے رہے ان کا وہ فعل بے رحمانہ تھا جب کہ انہوں نے پریس ایکٹ کا پاس ہونا اس وجہ سے منظور کر لیا کہ ہندوستانی محب وطن جیل خانوں سے آزادی پا جائیں۔

میں ایک جرنلسٹ رہ چکا ہوں۔ میرے سامنے پریس ایکٹ کی سختیاں بھی رہ چکی ہیں اور ان آٹھ محب وطن ہندوستانیوں کی رہائی بھی میرے دل کی آنکھ کے سامنے تھی۔

میں نے کہا تھا کہ پریس ایکٹ کا پاس ہونا بہتر ہے اس سے کہ یہ آدمی جیل میں سڑ رہیں لیکن اب جب کہ میں خود جیل جا چکا ہوں مجھ کو یہ کہنے کا حق ہے کہ مجھ کو اور میرے بھائی کو واپس جیلخانے جانے دو۔ میرے بھائی ہرکشن لال ودلی چند اور رام بھجدت کو جیل خانے جانے دو اگر ضرورت ہو ہم سب لوگوں کو پھانسی دیدی جائے۔ کیونکہ بالآخر ہم سب کو ایک دن مرنا ہے۔ ہم کو مر جانے دیجئے اور ہمارے خاندان اور اہل وعیال کی کچھ پرواہ نہ کیجئے۔ اگر ایک ایسے امر کے دور کرنے سے خواہ وہ مراحم خسروانہ ہو خواہ وہ دیر میں آنے والا انصاف ہو خواہ ریاکاری اور دھوکہ ہو خواہ وہ کچھ ہی ہو خدا کے واسطے جس سے آپ حمیت کہتے ہیں اس بات کو نہ بھولئے کہ آپ کے ہاتھوں میں نہ صرف کروڑہا موجودہ مخلوق کے بلکہ آیندہ آنے والی نسل کی کروڑوں سپوت کے حقوق ہیں۔

اگر ضرورت ہو ہم کو جیلخانے جانے دیجئے۔ بجائے اس کے کہ آپ ہندوستان کے گلے میں طوقِ غلامی ڈالیں اور ہندوستان کو غلامی میں رہنے دیں اور ادنیٰ سے ادنیٰ ہندوستانی کی آزادی کو کوئی ڈائر یا اوڈوائر یا کوئی مانٹیگو یا کوئی چمسفورڈ خواہ وہ کوئی بھی اور کسی قدر اس کی پوزیشن اعلےٰ ہو چھین سکے۔

میں جو کچھ کہہ رہا ہوں حکام کی تذلیل کے خیال سے نہیں کہہ رہا میں تو ان معاملات میں فطرتاً قدامت پسند ہوں۔ میں تھیوکریسی (مذہبی حکومت) پر یقین کرتا ہوں۔ میرا بادشاہ کون ہے! میں کہتا ہوں کہ میرا سب سے اول بادشاہ خدا ہے اور خدا نے مجھکو ویسا ہی آزاد پیدا کیا ہے کہ جیسا جارج پنجم کو۔

اگر اس کے اعمال میں سے کوئی بھی اپنے قبضہ میں ہندوستان کے آزاد مرد اور آزاد عورت کے حقوق رکھ سکتا ہے۔ چونکہ ان کی عورتوں کو پولیس نے باہر کھینچا ہے۔ ایسے شخصوں کے حکم سے جن کو یہ معلوم نہیں کہ حکم کب دیا جاتا اور کن کو دیا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ اس بات کی اجازت نہ دیں کہ ہندوستانی حقوق کو ایک بازیچۂ اطفال سمجھا جائے۔ ایسے

لوگوں سے جو تمام معاملہ کو مضحکہ انگیز سمجھتے ہیں۔ کچھ پرواہ نہیں۔ ہمارا کیا حشر ہو۔ ہمارے اہل وعیال کا کیا حشر ہو۔ ہمارے دوستوں کا کیا حشر ہو۔ ہمارے ملک کا کوئی حشر ہو۔ میرا ذاتی اپیل ہے آپ سے کہ

ہم یہاں اس لئے جمع نہیں ہوئے ہیں کہ دوزانو جھک کر یہ درخواست کریں کہ ہم کو جیلخانوں سے آزاد کر دو۔ ہم کو پھانسیوں سے آزاد کر دو۔ میں اس کے لئے اپیل نہیں کر رہا ہوں چند آدمیوں کی آزادی کے لئے اپیل نہیں کر رہا تا کہ باقی بہت سے ہمارے بھائیوں کو غلام بنا دیا جائے۔ میں اسی ملک کے نام پر بول رہا ہوں جس کی آزادی ہم کو بہت زیادہ عزیز ہے بہ نسبت کسی شخص واحد کی آزادی کے خواہ اس کی پوزیشن کسی قدر اعلیٰ کیوں نہ ہو۔

مجکو جیلخانے جانے دو۔ مسٹر تلک اگر ضرورت ہو تیسری بار جیل خانے بھیجدئے جائیں۔ مسز بسینٹ دوبارہ نظر بند کر دی جائیں۔ بلکہ اس بڑھاپے میں اگر ضرورت ہو تو اپنے ہی لوگوں سے پکڑ کر ان کو پھانسی دے دی جائے لیکن ہندوستان کو آزاد ہونے دیجئے تا کہ کوئی شخص آیندہ کسی ہندوستانی مرد وعورت کو نہ لکھ سکے کہ تو پیدائشی غلام ہے (چیرز)

تیسری تقریر

"دہلی میں جس شان وشوکت سے مولانا کا شاہانہ جلوس نکلا ہے اسکے متعلق بڑی بڑی عمر والے کہتے ہیں کہ ایسا جلوس شاہان مغلیہ کے بعد کسی کو نصیب نہیں ہوا تھا۔ گھنٹہ گھر پر جو آزادی کا کوٹھا ربنایا گیا تھا اور جس پر بطور ناخدا کے مولانا محمد علی صاحب و مولانا شوکت علیصاحب کو بٹھا کر ایڈریس پیش کیا گیا شان خداوندی نظر آتی تھی ذیل کی تقریر ایڈریس کے جواب میں فرمائی تھی"

میں اس شہر میں ایک تنہا اور غریب الوطن کی حیثیت سے آیا تھا۔ مجکو وہ وقت یاد ہے۔ کہ دو سال سات مہینے تک تھوڑی بہت خدمت جو بن پڑی انجام دینے کے بعد ۱۴ مئی سنہ ۱۹۱۵ء کو آپ بزرگوں سے رخصت ہوا۔ اور اس کے بعد ۲۳۔ جون کو اس صوبہ سے باہر بھیجدیا گیا اور

وہاں سے بھی دوسری جگہ بھیجدیا گیا بیان کیا جاتا تھا کہ دہلی مردہ شہر ہے۔ وہاں کی آبادی زندہ درگور ہے۔ میں نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ خدا نے جس کو پیدا کیا ہے اس کو کوئی مردہ نہیں بنا سکتا اور جو مرا وہ بھی زندہ ہے۔

میں جب یہاں آیا تھا تو آپ لوگوں سے واقف نہ تھا مگر میرا عقیدہ یہ تھا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جس میں تازگی بیداری اور روح نہ پڑ سکے۔ میں یہاں دو برس سات ماہ رہا۔ اس قلیل مدت میں میں نے کوئی خاص خدمت آپ لوگوں کی نہیں کی۔ مگر باوجود اس کے اہل دہلی نے مجکو اس طرح نوازا، ایسی آؤ بھگت کی، اور ایسی خاطر تواضع کی جس سے ثابت ہوگیا کہ یہ مردہ نہیں ہیں، بلکہ جوان کو مردہ کہتے تھے، وہ مردہ ہیں، دہلی میں ایسے بزرگوں کی ہڈیاں مدفون ہیں جن کی نسبت بَلْ اَحْیَاءٌ آیا ہے، یعنی وہ مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں، وہ دہلی کے لئے زندگی کا بیج بو گئے ہیں، ایک شاعر کہتا ہے ؎

آج جس دولت کا بازار جہانمیں کال ہے
(اے دہلی!) نیز اقبرستان اس دولت سے مالامال ہے

۳۰۔ مئی ۱۹۱۵ء کو میں آپ سے رخصت ہوا تھا اور کس حالت میں کہ اسوقت میری زبان بند تھی خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اسنے اس قید کو ہمارے لئے موجب تعلیم کردیا۔ ہم اس بھید کو کیا بتائیں ع

آں راز کہ در سینہ نہان ست نہان ست

مگر ابھی وہ تعلیم تکمل نہیں ہوئی ہے، خدا کا وہ بھید زبان سے یہاں ادا نہیں ہوسکتا، بلکہ سولی پر خدا سے ہماری دعا ہے کہ اگر تو زندہ رکھے تو ہم کو ایمان کے ساتھ زندہ رکھ اور اگر خدا موت دے تو ایمان کے ساتھ دہلی میں یا رام پور میں دے۔ ہمارے گوشت کو چاہے کوّے نوچیں یا گدھ کھائیں مگر ہمارا ایمان ہمارے ساتھ رہے۔ آج میں پھر پانچ سال کے بعد آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں میں نے آپ کی کوئی خدمت ایسی نہیں کی جس پر ناز یا فخر کرسکوں۔ ہمارے رسول اکرم کا ارشاد ہے کہ ایمان یہ ہے کہ ہاتھ سے عمل کرو۔ زبان سے کوشش کرو۔ اور اگر یہ نہیں کرسکتے تو تم کم سے

کم دل سے اقرار کرو۔ مگر یہ ایمان کا افضل ترین درجہ ہے، میں آپ سے رخصت کیوقت کا یہ صداقت زبان پر نہ لاسکا، کیونکہ اس وقت زبان بھی بند تھی، اب زبان سے اسلام کی خدمت کرتا ہوں، کیونکہ اب وہ کھل سکتی ہے۔

ایک افسر کو میں نے جیلخانہ میں ایک جواب دیا تھا، تو وہ فرمانے لگے کہ آپ کا جواب تلخ ہے، میں نے کہا کہ اس تلخ تجربے کے بعد جو مجھ کو ہو چکا ہے اگر میں زبان سے تلخی اور درشتی برتوں تو کیا حق نہیں ہے، اس کو انہوں نے تسلیم کر لیا کہ تم اس تلخ کلامی میں حق بجانب ہو دیکھئے ہم نظربند تھے، لیکن ہم کو یہ معلوم نہیں تھا کہ کب رہا ہوں گے مگر ہم سمجھتے تھے کہ چھوٹینگے ضرور ہمارا عقیدہ تھا کہ ہم چھوٹینگے اور قرآن و حدیث اور ایمان کو ساتھ لیکر چھوٹینگے۔

مجھ کو اگر ذاتی پرخاش کسی کے ساتھ ہو تو حرام ہے۔ ہم بھولتے ہیں کہ ہم کو نظر بند کیا گیا۔ ہم فراموش کرتے ہیں کہ ہم کو قید کیا گیا۔ ہمارا بغض و محبت اللہ کیلئے ہے، ہم دونوں بھائی تیار ہیں کہ گورنمنٹ کے ذلیل سے ذلیل ملازم کے پاؤں پر اپنا سر رکھدیں۔ اس میں ہماری کچھ ذلت نہیں، مگر ہم تیار نہیں کہ اسلام کی عزت پر حرف آتا دیکھیں، ہم اپنی حرم سراؤں کو چھوڑنے کیلئے تیار ہیں، مگر خدا کے حرم کو غیر کے قبضہ میں دیکھنے کو تیار نہیں، اس پر ہماری اولاد، ہماری جان، ہمارا مال سب قربان ہے۔ کیونکہ ؎

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا،

ہم تیار ہیں کہ ہم اپنی عورتوں کو بے عزت ہوتا دیکھیں، لیکن شعار اسلام کی بے عزتی کو ایک لمحہ بھی گوارا نہیں کر سکتے۔

خیر مقدم محمد علی و شوکت علی کا کچھ نہیں، خدا کا خیر مقدم کرو، جو اپنے احکام بندوں کی زبان سے سنوار رہا ہے۔ یہ ہار وغیرہ سب بیکار ہیں، کیونکہ خدا دل کو دیکھتا ہے، اگر گورنمنٹ یا کسی دوسری قوم کی ضد سے یا دکھانے کو ایسا کیا جاتا ہے تو وہ قبول نہیں ہے، ہم اس کے یار ہیں جو خدا کا یار ہے، ہم اس کے دشمن ہیں جو خدا کا دشمن ہے، ہم اللہ کے ہو لئے ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست — می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

چوتھی تقریر

"جمعیت عالیہ خوشنویسان ہند دہلی کے ایڈریس کے بعد مولانا محمد علی کی جوابی تقریر
۹ جنوری ۱۹۲۱ء کو بوقت شب بمقام دہلی"

حضرات! میں نہایت مسرت اور فخر کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہوں کہ یہ ایڈریس جو اس وقت جمعیت عالیہ خوشنویسان ہند دہلی کی جانب سے مجھے دیا گیا ہے اپنی عظمت و شان اور اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل نرالا اور قابل فخر ہے۔ نرالا اس لحاظ سے کہ یہ ایڈریس ایک خاص جمعیت نے پیش کیا ہے جس کی نظیر آج سے پیشتر نہیں مل سکتی۔ حضرات آپ کا پیشہ وہ پیشہ ہے جس کی عزت اور وقعت اس خیال سے بہت کچھ بلند ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید میں بھی اس کا وجہ تسمیہ پایا جاتا ہے، آپ لوگ جس قلم سے کام کرتے ہیں خدائے پاک جا بجا اس کی قسم کھاتا ہے نٓ والقلم۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ الذی علّم بالقلم۔

یاد رکھئے کہ خدا کی وحدانیت پھیلانے کے صرف دو ہی ذریعے ہیں۔ یا قلم یا تلوار۔ تلوار ہم سے چھین لی گئی، مگر الحمد للہ کہ قلم پر آپ لوگ قابض ہیں۔ آج کل قلم پر قبضہ تلوار پر قبضہ ہونے سے زیادہ پُر اثر اور نہایت اہم ہے۔ جو لوگ تلواروں کے مالک ہیں وہ بھی اہل قلم کی طاقت اور اقتدار کا پورے طور پر اثر مانے ہوئے ہیں۔ آپ کے قلم کا لوہا تلوار کے لوہے سے زیادہ سخت اور آپ کے قلم کی روانی تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ اور آپ کے قلم کا زخم تلوار کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ۔

پس اپنا قدم آگے بڑھائیے قلم پر قط رکھئے اور خدا کی وحدانیت صفحۂ دہر پر لکھ ڈالئے خدا کی رحمت و تائید آپ کے ساتھ ہو۔

آپ یاد رکھئے کہ آپ کا فن نہایت شریف اور حلال روزی کا بہترین طریقہ ہے۔ اس

فن نے ایران سے ترقی کی اور آج اس کا فیض وسیع اور عالمگیر ہے، خوشی کی بات ہے کہ آپ نے ہندوستان میں رہنے اور خود ہندوستانی ہونے کے باوجود اپنے فن کے اصلی وطن کو فراموش نہیں کیا اور اپنی جمعیت عالیہ کے نشان میں سب سے بہتر اور اعلےٰ جگہ ایرانی تاج کو دی ہے جس کے سایہ میں فن خوشنویسی نے نشوونما پاکر تمام دنیا کو اپنا گرویدہ اور ممنونِ منت بنا رکھا ہے۔

آپ لوگوں نے جمعیت قائم فرما کر وہ کام کیا ہے جس کو دنیا کبھی نہیں بھول سکتی اور یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ بغیر جمعیت کے اس وقت دنیا کا کوئی کام چل ہی نہیں سکتا، آپ اپنے کام میں مستقل رہئے آپ ضرور کامیاب ہوں گے، ضرور کامیاب ہوں گے۔

مجھے یہ سن کر افسوس ہوا کہ بعض طبیعتیں آپ کی جمعیت کی مخالفت میں مصروف ہیں، یہ اُن کی سخت غلطی ہے اور اپنے طرز عمل کی وجہ سے ان کو یاد رکھنا چاہئیے کہ وہ لوگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے، بس آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پانچ سال کی نظر بندی اور قید کے زمانہ میں میرے اور میرے بھائی کے دل پر ایک سکنڈ ہراس نہیں گذرا اور اس کے باوجود کہ یہ معلوم نہیں تھا کہ ہمیں رہائی کب نصیب ہوگی۔ ایک دم کے لئے بھی مجھے یا میرے بھائی کو مایوسی نہیں ہوئی۔

گورنمنٹ نے ایک مرتبہ ہمیں ایک پیغام دیا تھا کہ اگر تم دونوں بھائی مشروط آزادی کو چاہو تو گورنمنٹ رہا کردینے کے لئے تیار ہے لیکن نہ میں نے اس رہائی کو قبول کیا اور نہ میرے بھائی نے ایسی رہائی کو گوارا کیا جو آزادی کو، صداقت کو، اور حق کو بیچکر حاصل کیجائے۔ آپ چند لوگوں کی مخالفت کیا اگر تمام دنیا مخالفت پر آمادہ ہو جائے تو کچھ پروا نہ کیجیے خدا پر بھروسہ رکھ کر اپنے ارادوں میں استقلال اور اقدام پیدا کیجئے اور اپنے کام میں مصروف رہئیے، آپ بہت جلد دیکھ لینگے کہ کامیابی کی شاہ راہ آپ ہی کے قدموں کے نیچے ہے۔

اس کے بعد میں نہایت مسرت کے ساتھ اس عزت افزائی کا ایک مرتبہ پھر شکریہ ادا کرتا

ہوں جو آپ نے اس ایڈریس کے ذریعہ سے فرمائی ہے۔ اور بڑی خوشی مجھے اس بات کی ہے کہ یہ ایڈریس مجھے اسی محلہ میں ان ہی حضرات سے ملا ہے جس محلہ اور جن حضرات میں میری عمر کے دس برس اور سات مہینے نہایت آرام و آسایش سے بسر ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالےٰ آیندہ بھی میں اسی محلہ میں رہونگا۔ میں آپ کی اور جمعیت عالیہ خوشنویسان ہند کی کامیابی کے لئے تہ دل سے دعا کرتا ہوں۔

پانچویں تقریر

"یہ تقریر دہلی کے عظیم الشان جلسہ منعقدہ سنگم تھیٹر میں ۱۶۔ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کو فرمائی"

حضرات! مجھ سے ارشاد ہوا ہے کہ آج کے جلسے میں کچھ الفاظ بیان کروں اس کارروائی کے متعلق جو کل وفد کی صورت میں ہونے والی ہے اور جو آیندہ ہمارا ارادہ ہے۔ اب افراد قوم نے بھی اپنی ضرورت اور ذمہ داری کو محسوس کر لیا ہے اور وہ کام کرنے والوں کو پیچھے سے ڈھکیلنے لگے ہیں۔ اب افراد قوم کو جگانے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ خلافت کے مسئلہ میں مسلمانوں کا ایک خیال اور ایک آواز ہے اب وہ سیاسی معاملات کو ایک ضمنی معاملہ سمجھتے ہیں اور مسئلہ خلافت کو اصل تصور کرنے لگے ہیں۔

اللہ نے فرشتوں سے انی جاعل فی الارض خلیفہ ارشاد فرمایا ہے۔ ہمارے رسول مکرم صلعم باعث تخلیق عالم تھے وہ آخری ہمارے خلیفہ تھے۔ خدا نے اپنی خلافت کو بھی انسان کے ساتھ ہی پیدا کیا ہے۔ عبادت سے مقصود خدا کی غلامی ہے اور سچے معنوں میں خدا کی غلامی یہ ہے کہ صبح اور شام۔ اٹھتے بیٹھتے اسی کے کام کرو اور روزہ نماز اجزائے عبادت ہیں۔ بلکہ اصل عبادت یہ ہے کہ قربانی اور روزہ نماز جو کچھ ہو خدا کے لئے ہو ورنہ شرک خفی عائد ہوتا ہے۔ اسلام بھی دنیا کو سمجھانے آیا تھا۔ یہ فرض خلافت کی صورت میں پہلے رسول کا تھا۔ اس کے بعد صلحاء کو بھیجا اور اب خلیفہ وقت ہے وہ خدا کی ایجنٹی اور وائسرائلٹی ہے تاکہ خدا کی عبادت کو رائج کریں اور غیر اللہ

کی غلامی سے چھڑائیں اور اللہ کی غلامی میں لائیں اور اس کی مرضی میں ہر چیز کو گم کردیں۔
مسلمانو! اگر تم نے خلافت کو گم کردیا تو اپنی غرض پیدائش کو فوت کردیا۔ یاد رکھو کہ تمہارا اصل کام خدا کے احکام جاری کرنا ہے۔ یہ تم پر اسی طرح فرض ہے جس طرح رسول پر فرض تھا کہ خدا کے احکام اور رسول کی سنت لوگوں کو پہنچاؤ مگر اب کیا نوبت ہے کہ غفلت اور جمود کے باعث غیر مسلم اور غیر اللہ کے سامنے گڑگڑا کر کہنا پڑتا ہے کہ ہم کو ہمارا خلیفہ دو۔
اب کرنا کیا ہے اگر ہم نے پہلے سیاسی غلطی کی ہے تو اب اس کو نہ کریں یہ نہ دیکھیں کہ کون ہماری عرض معروض پر مسکراتا ہے اور کس کی پیشانی پر بل آتے ہیں۔ جب کوئی حاکم آتا ہے تو ہم اس سے طرح طرح کی امید رکھتے ہیں اور اس بے مزاجدانی میں پڑجاتے ہیں اور اصل بات رہ جاتی ہے۔ ہم کو جو کچھ کرنا چاہیئے اپنے بل بوتہ پر کرنا چاہیئے۔ ہم کو حاکموں سے سخت الفاظ میں کہنے کی ضرورت نہیں اور نہ تقریر میں سخت الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔ سخت الفاظ استعمال کرنا تو کمزوری کی نشانی ہے اگر ہم نے عزم بالجزم کرلیا ہے تو سختی کی ضرورت نہیں اگر دوسرے لوگ ہم کو خوشامدی کہیں تو ہم کو اس کی پروانہ کرنی چاہیئے ہم کو یہ چاہیئے کہ بغیر سختی اور درشتی کے گورنمنٹ تک یہ پہنچادیں کہ مسئلہ خلافت ایسا معاملہ نہیں کہ مسلمان اس میں اپنی حد شرعی سے تجاوز کریں۔
بعض وفد جاتی ہیں اور کوشش کرتی ہیں کہ روپیہ میں اٹھارہ آنہ مانگو۔ اگر اٹھارہ آنہ نہ ملیں تو سولہ آنہ ملیں گے۔ اگر چودہ آنہ بھی ملیں تو اس کو لے لو۔ مگر یہ وہ معاملہ نہیں جس میں قوم نے ہم کو مجاز کیا ہو کہ روپیہ میں ۱۴ یا ۱۸ لے لو بلکہ اس میں کمی بیشی کرنے کی خود قوم کو بھی مجاز نہیں۔ یہ اللہ کی سنت ہے جس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ اللہ کی سنت تیرہ سو برس سے وہی ہے۔ اس میں نہ کمی بیشی ہوئی اور نہ آیندہ ہوسکتی ہے۔ خدا کی مصلحت حفظہ وہی مذہب کا سیدھا راستہ ہے جو ہم کو نجات تک پہنچائے گا۔ اس لئے ہم پہلے وایسرائے کے پاس جاکر کہیں گے اور پھر اگر سنوائی نہیں ہوئی تو ہم بادشاہ تک پہنچیں گے اور کہتے وقت اس امر کا بالکل

خیال نہ کریں گے کہ ہمارا مخاطب کون ہے اور نہ پاس ادب کے خطرے کو دل میں لائیں گے بلکہ جو رسول کی سنت اور قرآن کے احکام میں بہ بانگ دہل ہم کو کہنا ہے۔ جہاں تک ہم سے ہو سکے گا نرمی اور سہولیت کے ساتھ اپنی استدعا کو پیش کریں گے اور جتا دیں گے کہ ہم اس میں کمی کے مجاز نہیں ہیں یہ خدا کے احکام ہیں اگر اس کے خلاف فیصلہ ہوا تو مسلمان وہ کریں گے جو ان کو خدا کا حکم ہے بعض کہتے ہیں کہ وفد کے جانے سے پہلے ہی مسئلہ خلافت کا فیصلہ ہو جائے گا۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارا دلی مقصد صرف یہ ہے کہ ہم ایسے الفاظ میں جو شایان شان ہمارے اور شایان شان حکومت کے ہوں گے اپنے مطالب کو اور اپنی شرعی مجبوری کو ظاہر کر دیں کہ مسلمانوں میں کوئی فیصلہ مقبول نہیں ہو سکتا جو احکام قرآنی سے سر مو بھی کم ہو۔ پہلا مسئلہ تحفظ خلافت کا ہے۔ جو رومن کیتھولک کے پوپ جیسا نہیں ہے کہ چند میل کے باہر اس کی حکومت بالکل نہیں ہے وہ جو کچھ کر سکتا ہے وہ صرف ان چند میل کے اندر کر سکتا ہے۔ نہ تو یہ کوئی حکومت ہے نہ بطریق جیسا درجہ ہے بلکہ خلافت کا سلسلہ برابر جاری ہے اور آج بھی مسلمان اس کو اسی طرح تسلیم کرتے ہیں۔ جس طرح کہ تیرہ سو برس قبل تسلیم کرتے تھے ان کے لئے حکم ہے کہ (فان تنازعتم الخ) یعنی اگر تمہارے اور تمہارے اولی الامر میں تنازع ہو تو وہی کرو جو خدا کا حکم ہے۔ اب بھی ہر شخص کے لئے وہی حکم ہے اور وہ اس پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہیں (نعرہ اللہ اکبر) برادران من عرصہ ہوا کہ ہم نے ایک عریضہ وائسرائے کی خدمت میں بھیجکر مسلمانوں کے احکام شریعت سے اور اس کی پابندی سے جو ہر مسلمان پر فرض ہے ان کو آگاہ کر دیا تھا کہ ہم مستطیع ہیں مگر ہم احکام شرعی کے پابند ہیں۔ ہم دونوں بھائیوں نے آپس میں اقرار کیا تھا کہ اگر وہ زمانہ آجائے جب کہ ہندوستان کے مسلمانوں پر ہجرت عاید ہو جائے۔ تو چاہے میرا بڑا بھائی ہندوستان کے اندر رہ جائے لیکن میں یہاں سے ہجرت کر جاؤں گا اور اسی طرح میرے بڑے بھائی نے اقرار کیا تھا کہ چاہے چھوٹا بھائی ہندوستان کے اندر اس وقت رہ جائے مگر میں پیچھے نہ رہوں گا مجھے مخبر صادق رسول صلعم فرماتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا ایک وقت گراں آئے گا جبکہ

دین کی حرمت شرک خفی اور جلی سے بچانے کے لئے مسلمان پہاڑوں پر بھیڑ بکریاں چراتے پھریں گے۔ ابھی تو وہ زمانہ نہیں آیا مگر ہم کو اس کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ صرف نماز کا پڑھ لینا تمہارے لئے کافی نہیں ہے بلکہ صحیح معنوں میں ہم کو اسلام پر قائم ہونا چاہئے۔ اس کا ثواب پچاس صالح مسلمانوں کے ثواب کے برابر ہے۔ اس زمانہ کے ثواب کی بابت صحابہ نے رسول مکرم سے سوال کیا تھا کہ یا حضرت کیا اس زمانہ کا ثواب اس زمانہ کے برابر ہوگا۔ تو جواب یہی ارشاد ہوا تھا کہ اس وقت پچاس مسلم کی برابر ثواب ملے گا اب ہم دیکھتے ہیں کہ ثواب کرنے والے کے قدموں میں اپنا سر رکھا جاتا ہے۔ گویا وہ عجیب الخلقت ہے۔ اس کو ہار پہنائے جاتے ہیں طرح طرح سے اس کی تواضع کی جاتی ہے در اصل میں اس سے خوش نہیں بلکہ روتا ہوں کہ اس وقت ایمان ایسا ضعیف تریں ہے اگر اس وقت وہ صحابی سارے ہوتے جنہوں نے دین اسلام کی خاطر اپنے بیوی بچوں کو بھی چھوڑ دیا تھا تو کیا کہتے۔ ایک صحابی کو جس وقت کفار نے سولی پر چڑھایا تو ان کا منہ کعبہ کی طرف تھا۔ کفار نے کہا کہ ہم آپ کے رسول مدینہ کی طرف آپ کا منہ کئے دیتے ہیں آپ نے کہا کہ مجھ کو اتنی مہلت دو کہ دو رکعت نماز کی پڑھ لوں کہ میں نے خیانت نہیں کی۔ جس کی دی ہوئی جان تھی اس کے سپرد کرتا ہوں۔ رابعہ بصری نے فرمایا کہ عشق کی نماز میں دو رکعت ہیں اور اس کا وضو خون سے ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت نے فرمایا کہ چند سانس کی دیر مت میں ہے مگر جیسا وہ اس وقت کی دو رکعتوں میں آیا ہے تمام عمر کی نمازیں میں نہیں آیا۔ آپ کی بوڑھیاں اور بچے ہم کو شرماتے ہیں جب وہ ہمارے پاس آتے ہیں اور ہماری تعریف کرتے ہیں۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا ہم پر خدا کی وحی نازل ہو رہی ہے۔

ایک مرتبہ رسول نے شہادت کے لئے تین سردار کو مقرر کیا کہ ایک شہید ہو جائے۔ تو دوسرا میدان جنگ میں جائے اور دوسرا شہید ہو جائے تو تیسرا جائے۔ چنانچہ دوسرا

شہید ہو گئے تو تیسرے کو خبر لگ گئی کہ دونوں سردار شہید ہو چکے۔ اب آپ کا نمبر آیا۔ آپ اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ کباب منہ میں تھا۔ آپ نے سنتے ہی گوشت کی بوٹی منہ سے پھینک دی اور جائداد آپ نے اسی وقت وقف کر دی اور پھر کہا کہ اے نفس اب تیرا دنیا میں کیا رہا ہے جس کے لئے تو دریغ کرے اور میدان دریغ کو چلے گئے۔

(نعرۂ اللہ اکبر) اسی طرح حضرت عمر رضؓ نے آدھا مال راہِ خدا میں دیدیا تھا اور آدھا اپنے پاس رکھا تھا۔ یہاں تک کہ ایک جوتی لے کر چلے آئے۔ مگر حضرت صدیق رضؓ نے سارا مال راہِ خدا میں دے دیا تھا جاروب تک نہ رکھی۔ جب رسولؐ نے آپ سے دریافت کیا کہ اے صدیق اپنے بچوں کے لئے کیا چھوڑا تو جواب دیا کہ بچوں کے لئے میں نے اللہ کو چھوڑا ہے اب آپ کیا اتراتے ہیں اپنی داد و دہش پر جس نے کفرستان میں نور ایمان پھیلایا اس نے کیا رکھا اور کیا راہ خدا میں دے دیا۔ یہ اقلیدس کا مسئلہ نہیں کہ تین خدا ثابت کئے جائیں جو کچھ کیا جائے ایک خدا کی مرضی کے لئے کیا جائے۔ اپنے ایک فعل میں ایک خدا کو ثابت کیا جائے جیسا کہ صحابہ نے ثابت کر دیا کہ ان کی ہر چیز ان کی مرضی کے لئے نہیں تھی اور ان کو کوئی چیز اللہ کی راہ میں جہاد سے نہیں روکتی تھی۔ اگر آج خلافت کے لئے ہم اٹھے تو کیا ہے۔ ہم کو زعم ہے کہ ہر شخص مذہب سے واقف ہوگا۔ مگر یورپ امریکہ اور آپ کے حکام آپ کی حالت سے آشنا ہیں۔ آپ ہی کا قصور ہے۔ اس لئے اب ان کو جتا دینا چاہیے کہ حالت یہ ہے کہ لینا نہ لینا ہمارے اختیار میں نہیں ہے یہ خدا کا کام ہے چاہے آپ کے دشمن ترک ہوں یا آپ کے دوست عرب ہوں۔ ہم تو احکام خداوندی کی پابندی کریں گے۔ یہ خدا کا کام ہے۔ یہ وہ کام ہے جو ہم کو اور آپ کو کرنا ہے۔ کل شملہ کو ۵ بجے ہم کو پیش ہونا ہے۔ جو مطالب وہاں پیش کرنے ہیں وہی میں نے یہاں بیان کر دئے اور بعد میں ملک معظم کے سامنے جا سکیں تو جائیں گے اور یہ سب باتیں عقیدت کے بعد ان کے روبرو بیان کریں گے کہ ہم آپ کے ماتحت ہیں کوئی طریقہ نکالئے کہ فقط خلافت

کے ساتھ فیصلہ ہو جائے ورنہ اندیشہ ہے کہ اگر مسلمان ایسے فیصلہ پر جو قرآن کے خلاف ہوا راضی نہ ہوئے تو امن قائم نہ رہے گا۔ اسلام اور امن درا صل دونوں ایک ہیں اسلام اس وقت آیا تھا جب کہ قوتِ بازو پر زعم تھا۔ مگر اسلام نے امن عالم میں قائم کر دیا ؏

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اب تم کو بھی اجازت دی گئی ہے کہ تم پر بہت کچھ قائم کیا گیا ہے اور خدا کے اختیار میں ہے کہ ان مظالم کو تمہارے اوپر سے اٹھا دے اور ان لوگوں کو فتح ہو جو گھر سے نکالے گئے جو لوگ فرعون کو خدا مانتے تھے ان کو غرق کیا۔

خدا سے فرشتوں نے کہا تھا کہ تو ایسے انسان کو خلیفہ کرتا ہے جو دنیا میں فساد پھیلائے اور زمین پر خون بہائے تو ارشاد ہوا کہ تم نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں چنانچہ فرعون کہتا تھا کہ میرے حکم پر چلو۔ خدا کے حکم پر مت چلو۔ مگر جب فرعونیت پیدا ہو جاتی ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسجد اور گرجے اور یہودیوں کے صومعہ کچھ باقی نہیں رہتے جس میں کوئی خدا کا نام لے اور اس کا سر جھکائے۔ مریم میرے کابینہ حکم کے قابل تو نہیں مگر صرف اپنے سامنے سجدہ کراتا ہے۔ فرشتوں سے خدا تعالے نے فرمایا تھا کہ اگر یہ لوگ میری نافرمانی کریں گے تو ہم ان لوگوں کو مسلط کریں گے جو صف باندھیں گے اور خیرات کریں گے۔ امر کی تعمیل کریں گے اور نہی سے بچیں گے۔ خدا ظلم کو فلاح نہیں دیتا۔ خدا ہماری گورنمنٹ کو بھی توفیق دے کہ وہ ظلم سے باز آئے۔ کیونکہ ہمارے لئے یہی دعا آئی ہے۔

چھٹی تقریر پیرس میں

مولانا محمد علی کی وہ تقریر جو انہوں نے پیرس میں ایک نہایت عظیم الشان جلسہ میں ۲۰ اپریل ۱۹۲۰ء کو اکابر سلطنت اور مدبرین سیاست کے روبرو کی۔

جناب صدر! محترم خواتین اور معزز حاضرین!

میں معافی چاہتا ہوں کہ مجھے اتنی زبانوں سے واقفیت نہیں ہے جتنی کہ شاید مجھے بحیثیت ایک ایسی قوم کا فرد ہونے کے جو ایک یورپین قوم کے تابع ہے ہونی چاہئے تھی۔ میں نے علاوہ اپنی مادری زبان اور چند ہندوستانی اور مشرقی زبانوں کی انگریزی پڑھی ہے لیکن اب میں یہ دیکھتا ہوں کہ اگرچہ میں ہندوستان کے اتحادیوں کے درمیان ہوں لیکن میری انگریزی کچھ زیادہ مفید ثابت نہیں ہوئی خواتین اور حضرات! ہم کو سات کروڑ مسلمانوں اور ۲۵ کروڑ دیگر مذاہب کے لوگوں نے جن کو مسلمانوں کے ساتھ دلی ہمدردی ہے ہندوستان سے نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ان سب کی طرف سے اور نیز اپنی طرف سے میں نہایت خلوص کے ساتھ آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے کمال مہربانی اور نہایت فراخدلی سے اس قدر قلیل عرصہ کی اطلاع پر اس جلسہ میں شرکت فرمائی۔

فرانس کی انسانیت اور شرافت

فرانس تمام دنیا میں وسیع ہمدردی اور انسانیت کے لئے مشہور رہا ہے اور کسی صورت میں بھی ہمارے لئے فرانس سے استمدادی اور انسانی ہمدردی کی التجا کو لبیک کہنے کی امید رکھنا بیجا نہ ہوتا۔ لیکن ہمارے سپاہی جو آپ کی اہم ضرورت کے وقت یہاں آئے تھے اور جو خطرات اور مصائب جنگ میں آپ کا ہاتھ بٹا کر گھر واپس گئے ہیں۔ آپ کی شکرگذاری اور نیک نیتی کی نہایت خوشگوار یادگار لے کر یہاں سے لوٹے ہیں اور یہ قدرتی امر ہے کہ ہم فرانس کے نیک دل باشندوں سے امید رکھتے ہیں کہ وہ ہمارے مذہب کے نہایت

ضروری احکام اور ہماری قوم کے نہایت عزیز جذبات کا لحاظ رکھیں گے۔ فرانس جس نے اس جنگ میں اس قدر نقصان برداشت کیا ہے اور جو باوجود فتح کے اب بھی سخت مشکلات میں مبتلا ہے۔ ہمارے ان کروڑہا ہم مذہبوں اور ہم وطنوں کے ساتھ خوب ہمدردی کرسکتا ہے۔ جو ابھی خوفناک مصائب اور جانگاہ تفکرات کا شکار ہوئے ہیں۔ اور جن کو دن کا چین اور رات کی نیند حرام ہوگئی ہے

ضمیر کی آزادی

خواتین اور حضرات! ہم یہاں ٹرکی یا ترکوں کی نمایندگی کرنے نہیں آئے ہیں۔ ہم صرف اپنے اور اپنے ملک یعنی ہندوستان کے نمائندے ہیں۔ جب ترک یہاں آئیں گے تو وہ خود اپنا معاملہ آپ کے سامنے پیش کریں گے مگر ہم جو آج آپ کے سامنے حاضر ہوئے ہیں تو ترکوں کے معاملہ کو پیش نہیں کرتے ہیں بلکہ ہم صرف مسلمانوں اور ان ہمدردان ملک کا مسئلہ پیش کرتے ہیں۔ جو اس مسئلہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ ہمارا قضیہ یہ ہے:۔

ہم یہاں آپ سے صرف یہ کہنے آئے ہیں کہ آپ ہمارے لئے صرف ایک چیز چھوڑ دیں اور وہ ایک چیز وہ ہے جو تمام ممالک اور تمام ذرائع سے زیادہ عزیز ہے یعنی ہمارے ضمیر کی آزادی (چیرز)۔ ہم فرانس والوں کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ آپ ہمیں بچائیں اور ہمارا روحانی تقدس قائم رکھنے میں ہماری مدد کریں (چیرز)

بقائے خلافت

جو بات ہمیں یہاں لائی ہے۔ وہ جیسا کہ میں عرض کرچکا ہوں محض ترکی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ ایک ہندوستانی۔ الجیریا اور تونس کا مسئلہ نہیں ہے وہ بقائے خلافت کا مسئلہ ہے خلافت دنیا میں پرستاران توحید کے لئے سب سے زیادہ ضروری چیز ہے۔ دنیا کے مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت سلطان المعظم کو امیر المومنین نائب اور خلیفہ رسول مانتی ہے اس عقیدہ کا ایک جزو لازمی یہ ہے کہ جناب امیر المومنین یعنی خلیفہ کے قبضہ میں کافی ملک اور کافی

بحری اور بری ذرائع اور کافی آمدنی کے وسیلے ہیں۔ مگر یہ کس لئے۔؟ ملک گیری کے لئے نہیں اور نہ ٹرکی کی حفاظت کیلئے۔ بلکہ صرف ایمان کی حفاظت کے لئے۔ اس کام کے لئے وہ دنیا میں مسلمانوں کے سردار ہیں۔ اور جب کبھی دنیا کے کسی گوشہ میں مسلمانوں کا ایمان خطرے میں ڈالا جائے تو کم از کم سلطان کو وہ یہ تو کہنے کے قابل ہوں کہ "خبردار تو بچ کر نہیں جا سکتا۔" (چیرز)

اعتقادات اسلامیہ کے مرکز

یہی ہمارے مطالبہ کا جزو اعظم ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا ایک اور مطالبہ ہے اور وہ یہ ہے کہ چند ممالک ہیں جو ہمارے اعتقاد کے مرکز مقامی ہیں جیسا کہ خلافت ہمارے ایمان کا مرکز ہے ان مقامات کو ہم "جزیرۃ العرب" کہتے ہیں۔ شاید آپ کو اس اصطلاح کے سمجھنے میں کچھ دقت ہو۔ اس متبرک خطے کو جو ہمارے اعتقاد کا مقامی مرکز ہے اور ہمیشہ سے رہا ہے ہم جزیرۃ العرب کہتے ہیں۔ اور یورپ کے جغرافیہ داں جزیرہ نما۔ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رحلت فرماتے وقت مسلمانان عالم کو ایک وصیت فرمائی۔ اور ایک بہت بڑی ذمہ داری ان کے کندھوں پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی زمین کے اس ایک مقام میں ایمان کی اس متبرک پناہ گاہ میں غیر مسلم کا قبضہ نہ ہونے دو۔

جزیرۃ العرب کی وجہ تسمیہ

جزیرہ نمائے عرب کی حدود آپ کو معلوم ہیں۔ مگر یہ سمجھنے کے لئے کہ اس عرب کو جسے آپ جزیرہ نما کہتے ہیں۔ ہم جزیرہ کس طرح کہتے ہیں۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ جیسے اس کے تین طرف بحیرۂ روم۔ بحیرۂ قلزم۔ بحر ہند اور خلیج فارس ہیں۔ اسی طرح چوتھی طرف بھی وہ دریائے دجلہ و فرات سے محیط ہے۔ اس لئے جزیرہ نمائے عرب کے علاوہ اس میں عراق عرب، شام و فلسطین بھی شامل ہیں۔ تیرہ سو برس سے زیادہ سے

مقامات قطعی طور پر مسلمانوں کے قبضے میں چلے آئے ہیں۔ اور اب بھی قطعی اسلامی قبضہ ان پر چاہتے ہیں۔ اس وجہ سے نہیں کہ عراق عرب میں ہم کو تیل کی تلاش ہے جیسا کہ مسٹر لائڈ جارج کو موصل میں ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ہم پیغمبران عالم کے مقامات ولادت اور ان کے روضوں کے آرزو مند ہیں۔ (بلند چیرز)

آسمانی امانت

زیادہ تر یہ مقامات مزروعہ غیر اور ناقابل زراعت ہیں۔ پیشتر اس سے کہ مسٹر لائڈ جارج کو وہاں تیل کے کنوئیں ہاتھ لگیں وہاں دیگر ذرائع بھی کچھ معقول نہ تھے۔ مگر جب پہلی مرتبہ ان کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہوئی ہو تو جب ہی وہ ہم کو عزیز تھے۔ نہ اس وجہ سے کہ وہ سرسبز و شاداب تھے یا وہاں معدنی کانیں تھیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ خدا کی دی ہوئی سلطنت کا مرکز تھے۔ اور ان میں پیغمبر پیدا ہوئے تھے اور ہم جو اپنے آپ کو عیسائیوں یا یہودیوں سے غیر نہیں سمجھتے اور جو حضرت مسیح حضرت موسےٰ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اصلی وارث ہیں۔ کیونکہ آدم علیہ السلام سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں کو مانتے ہیں، یہی کہتے ہیں، کہ خدا کی زمین کے اس حصہ کی محافظت سے دست بردار نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایسا کرنے میں ہم اس امانت میں خیانت کے مرتکب ہوں گے جو اللہ تعالیٰ نے محض اپنا فرمانبردار سمجھکر ہمارے سپرد کی تھی۔

مقامات مقدسہ کا تحفظ

اس خطہ "جزیرۃ العرب" میں اسلام کے تین بڑے مقامات مقدسہ ہیں یعنے مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور بیت المقدس۔ بیشک بیت المقدس ہم کو اسی قدر عزیز ہے جس قدر عیسائیوں اور یہودیوں کو۔ ہم بھی اس کو مقدس سمجھتے ہیں۔ اور ہم نے ہمیشہ بیت المقدس کو نہ صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے بھی

ایک متبرک امانت سمجھا ہے اور کسی قسم کے اختلاف و منافرت کا کبھی اظہار نہیں کیا۔ ان تین متبرک حرموں کے علاوہ عراق عرب میں نجف اشرف۔ کربلائے معلی۔ سامرہ۔ کاظمین شریفین اور بغداد ہماری متبرک زیارت گاہیں ہیں اور یہ سب احکام اسلام کے بموجب ہمیشہ خلیفہ کے زیر حفاظت رہنی چاہئیں۔

بس ہمارے یہی تین مطالبات ہیں۔

(۱) خلافت کے ٹکڑے نہ کئے جائیں اور خلیفہ کو حفاظتِ دین کے لئے کافی دنیاوی اقتدار حاصل ہو۔

(۲) عرب میں قطعی اسلامی تصرف ہو اور کوئی محافظ یا اعلےٰ نگراں اس پر نہ ہو۔

(۳) خلیفہ جس طرح اب تک کلید بردار مقامات مقدسہ رہے ہیں اب بھی رہیں۔

محض حفاظتِ دین مقصود ہے

خواتین اور حضرات! آپ کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمارے مطالبات بہت ہی مختصر ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم تمام دنیا کے مالک بننا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ ایک فرانسیسی اخبار نویس نے ہمارے مطالبات پر بحث کرتے ہوئے بنانا چاہا تھا۔ ہم اتنی بڑی قوت نہیں چاہتے جتنی فرانس جرمنی یا انگلستان کو حاصل ہے۔ بلکہ ہم تو صرف اتنی طاقت کے متمنی ہیں جس سے ہم اپنے دین کی حفاظت کر سکیں۔ اور اس کے لئے تھوڑا سا ملک محض اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ہمارے مطالبات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہی حالت برقرار رکھی جائے جو جنگ سے پہلے تھی۔ ہم ان سیاسی تغیرات کو بھی کالعدم نہیں کرنا چاہتے جن سے غیر ترکی قوموں کی خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی، یا یہودی، نہ صرف حفاظت جان و مال مقصود ہے۔ بلکہ جن سے حکومت خود اختیاری کا بھی موقع ملتا ہے۔

غیر مسلموں کی شرکت

ہم جو ہندوستان سے آئے ہیں جانتے ہیں کہ ایک قلیل جماعت کیلئے اپنے حقوق کی

حفاظت کرانا کس طرح ممکن ہے؟ کیونکہ ہم خود ایسی ہی ایک جماعت کے افراد ہیں۔ اپنے حقوق کی حفاظت کر لینے کے بعد ہم نے ہندوستان کی آزادی کے لئے اپنے ہمدردان ملک کے پہلو بہ پہلو کشمکش جاری رکھی ہے۔ اور آج ہندو مسلمان پارسی سب کے سب اس مسئلہ میں بھی شریک ہیں جو محض ایک مذہبی مسئلہ ہے یعنی مسئلہ خلافت۔ اس لئے ہم خود کسی طرح عیسائیوں کے لئے آرمینیا، یہودیوں کے لئے فلسطین اور شام اور عراق وغیرہ میں خود اختیاری حکومتیں قائم ہوتے دیکھنا ناگوار نہیں سمجھ سکتے۔ عرب ہمارے ہم مذہب اور دینی بھائی ہیں۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ عربوں کو حکومت خود اختیاری حاصل کرنے کا موقع نہ دیا جائے اور ہم جو خود ایک محکوم قوم ہیں یہ نہیں چاہتے کہ کوئی اور قوم محکوم ہونے کی ذلت اٹھائے اور اس کو اپنے معاملات کے انتظام میں کوئی دخل نہ ہو۔

اہل ہند صلح تسلیم نہ کریں گے

ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ یہ جنگ جس کے مقابلہ کی کبھی نہیں ہوئی ایسے خوفناک واقعات کبھی عرصہ شہود میں نہیں آئے یا ایسے ہتھیار کبھی کام میں نہیں لائے گئے۔ اتنی مخلوق کبھی قتل و غارت نہیں ہوئی اختتام پذیر ہوگئی ہے اور اس کو ختم ہوئے بھی مدت ہوگئی ہے ایسی مہیب جنگ کے بعد یہ امید کرنا بالکل عیاں ہے کہ لوگ جنگ سے اکتا جائیں گے۔ مگر آج جب کہ جرمنی کے ساتھ صلح کئے ہوئے ایک سال گذر گیا جس سے یورپ کو خطرہ تھا اور اب کسی کو نہیں۔ آج ہم کیا حالت دیکھتے ہیں! مخلوق پر ابھی امن کی حکومت کا دور دورہ نہیں ہوا۔ آج لوگوں کے دلوں میں امن و سکون نہیں ہے۔ اگر آپ فتح کے نشے میں سرشار ہو کر وہ فتح جو ہندوستانی سپاہیوں، مسلمان سپاہیوں کی مدد سے آپ کو حاصل ہوئی ہے ان لوگوں سے جو جنگ میں آپ کے شریک تھے آج یہ کہتے ہیں کہ "جاؤ صلح میں تم ہمارے شریک نہیں۔ تم لڑے اور تم نے جنگ کو بچایا۔ لیکن آج صلح تم نہیں کرو گے۔ اور خصوصاً وہ صلح جو ہم چاہتے ہیں"۔ تو خواتین اور حضرات! آپ سے یہ کہہ دینا

میرا ناگوار فرض ہے اور میں تیس کروڑ لوگوں کی طرف سے آپ سے کہتا ہوں جن کے احساسات وجذبات کا آپ کو بالکل اندازہ نہیں ہے کہ یہ لوگ بلا استثنا مرد وعورت تمام متفق ہو کر اس صلح کو ہرگز نہیں مانیں گے۔ (ملبند چیرز)

ناتوانوں کے ضمیر پر جبر نہ ہونا چاہیئے

میرے دوست مسٹر سید حسین آپ کو ہندوستان کی موجودہ حالت بتائیں گے۔ جب آپ ان کو سن لیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ نے ابھی جنگ کے سبق کا مطالعہ ختم نہیں کیا ہے اور آپ ابھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ "اب ہم کو اس کتاب کے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوگی" برخلاف اس کے آپ کو معلوم ہوگا کہ دنیا آج ایک غار پر کھڑی ہے اور شاید ایک اور مہیب تر جنگ کے کنارے پر ہے۔ اس فتح کے زمانہ میں آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ صلح کی فتوحات بھی جنگ کی فتوحات سے کچھ کم قابل ستائش نہیں ہوتیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سچا مذہبی اعتقاد دنیاوی قوت سے زیادہ مضبوط ہے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ غنیمت میں بڑے بڑے علاقے حاصل کر لینا کافی نہیں ہے لوگوں کو یہ یقین دلانا ضروری ہے کہ آپ ان کے مذہبی احساس کا لحاظ رکھتے ہیں اور نیز یہ کہ آپ بڑے اور قوی ہونے کی وجہ سے چھوٹوں اور کمزوروں کے ایمان پر جبر نہیں کر سکتے۔ اگر آپ ہمارے ضمیر کو آزاد چھوڑ دیں تب ہی اور صرف اسی صورت میں آپ کو امن حاصل ہو سکتا ہے (ملبند اور دیر پا چیرز)

دول متحدہ کے مواعید

میرے دوست آپ کو بتائیں گے کہ وہ لوگ جو آج سان ریمو میں دروازے بند کئے بیٹھے ہیں اگر یہ خیال کرتے ہیں کہ تین یا چار آدمی اکٹھے بیٹھ کر اس طرح اقوام عالم کی قسمتوں کا فیصلہ کر سکتے ہیں تو وہ بہت بڑے مغالطے میں ہیں۔ لوگوں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ وہ ہرگز اس صلح کو منظور نہ کریں گے جو ان کے ضمیر کے خلاف ہو اور ان کے ایمان کے بالکل

منافی ہو۔ اور جو ان وعدوں سے مختلف ہو جو انگلستان فرانس اور روس کی طرف سے ان سے کئے گئے تھے وہ وعدے یہ تھے کہ

(۱) اس جنگ میں مذہبی مسائل درپیش نہ ہوں گے۔

(۲) مسلمانوں کے مقامات مقدسہ حملہ اور مداخلت سے بری رہیں گے۔

(۳) مسلمانوں کے مذہبی فرائض کا احترام کیا جائے گا۔

(۴) سلطنت اسلامیہ کے ترکی حصص پر ترکی اقتدار رہے گا اور باقی کے لئے حفاظت جان و مال کی ذمہ داری اور حکومت خود اختیاری کا موقع دیا جائے گا اگر یہ وعدے پورے نہ ہوئے اور اگر بدقسمتی سے کوئی حادثہ ہندوستان میں پیش آیا جو مجھے کہنا پڑتا ہے نا ممکن نہیں تو فرانس اور اٹلی دونوں کے لیے اس مصیبت سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ اگرچہ حادثات ہندوستان میں شروع ہوں مگر وہ ختم ہندوستان میں نہیں ہوں گے۔

ایک پیش آنے والا خطرہ

خواتین اور حضرات! نہ آپ کو معلوم ہے نہ ہم پیشینگوئی کر سکتے ہیں کہ مشرق میں صورت حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا لیکن مشرق میں آپ کی بڑی ذمہ داریاں ہیں اور میرے خیال میں آپ کے مفاد کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ آج اس طرف توجہ کریں کیونکہ ابھی وقت ہے اور ہم آپ کے پاس دوستانہ طریق پر دوستانہ آگاہی پہنچانے آئے ہیں کیا یہ ضروری اور مناسب نہیں ہے کہ ایک دوست پیش آنے والے مہلک خطرات کے موقع پر دوسرے دوست کے پاس جا کر اس کو پہلے سے مطلع کر دے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اپنے ہی فائدے کے لئے حتی الوسع اپنی حکومت پر اثر ڈال کر ایک درپیش آنے والی جنگ کو روکیں گے جس کے لئے آج یورپ بھی تیار نہیں ہے۔

لیکن اس سے زیادہ ہم امید کرتے ہیں کہ انگلستان کے دوست کی حیثیت سے آپ اپنے دوستانہ تعلقات سے کام لے کر انگلستان کو بھی آگاہ کر دیں گے اور کہہ دیں گے

کہ اس کو ایک حقیقی نہ کہ خیالی خطرہ پیش آنے والا ہے۔

اہل ہند کے دلوں کی تسخیر

اس وقت میں صرف اتنا ہی عرض کروں گا اور مجھے خوف ہے کہ میں نے پہلے ہی ایک نا آشنا زبان میں اتنی دیر بول کر آپ لوگوں کو تکلیف میں رکھا ہے میں پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مجھے اچھی طرح خیال ہے کہ ایک فرانسیسی ہی نے یہ لکھا ہے کہ انسان آزاد پیدا ہوا تھا لیکن وہ ہر جگہ پابزنجیر ہے اگر آج مخلوق پابزنجیر ہے تو مجھے امید ہے کہ کوئی فرانسیسی ہی اس کو توڑے گا۔ ایک وہ وقت تھا کہ فرانسیسی ہندوستان میں کشور کشائی کی امید سے عازم شرق ہوئے تھے لیکن اگر ہندوستانیوں کو در اصل مفتوح قوم کہا جاسکتا ہے تو یہ فتح ایک اور ہی قوم کی قسمت میں تھی آج موقع ہے اگر آپ ارض ہند کو نہیں تو اہل ہند کے قلوب کو تسخیر کر سکتے ہیں۔

ساتویں تقریر

فرانس میں اسلام کی حمایت

فرانس کی مجلس حمایت اسلام نے ہندوستانی وفد خلافت کے اعزاز میں پیرس کے سب سے بڑے ہال "ووميل و گرام" میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ حاضرین کی تعداد کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پیرس کا وہ وسیع اور عریض ہال خلقت کے ہجوم سے پٹا پڑا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پیرس میں اس سے بڑھ کر آج تک کوئی جلسہ نہیں ہوا۔ جلسہ کے صدر موسیو ڈی منزل تھے جو پہلے وزیر تجارت بحری تھے۔ مسٹر محمد علی کی تقریر کو لوگوں نے نہایت غور و خوض سے سنا اور اس پر مسرت و امتنان کا اظہار کیا۔

مولانا محمد علی نے تقریر کرتے ہوئے بیان کیا۔ ہمارے معاملے کے متعلق چند ایک کلمات میں ان ارمنوں سے بھی کہوں گا جو اس وقت اس جلسہ میں شریک ہیں

میں ان ارمینوں سے یہ بھی کہوں گا کہ جس قدر محبت مجھے اور ہندوستانیوں کو ارمینوں سے ہے اتنی یہاں پر کسی اور قوم کو بھی نہ ہوگی اور اس کی وجہ نہایت ہی معمولی ہے۔

لیکن اب ہمیں موجودہ حالت دیکھنی ہے۔ قرن ہا قرن سے ارمینوں اور ترکوں کے تعلقات نہایت خوشگوار چلے آتے تھے۔ اسی اثنا میں زار روس کی وہ گنہگار ہستی جو اپنی بدکرداری کا خمیازہ کھینچ چکی ہے۔ اس موقعہ پر نمودار ہوئی۔ اور غریب ارمینوں کو روس کے دوش بدوش جنگ میں شریک ہونا پڑا اس لئے نہیں کہ اس جنگ سے ارمینوں کا فائدہ تھا بلکہ وہ لڑائی محض روس کے لئے ترکوں کے خلاف لڑی گئی تھی (چیرز) اور زاریت کا اور اس استبداد پرست کا اب تو بالکل خاتمہ ہو چکا ہے جس نے ارمینوں کو اپنی ہوس ملک گیری کا آلہ بنائے رکھا تھا۔ کچھ طاقتیں اب ایسی پیدا ہو گئی ہیں جو ان استبدادی روایات کو برقرار رکھنے کے لئے ارمینوں کو پھر اپنی خودغرضی کا آلہ بنا رہی ہیں (چیرز) عارضی صلح کے ہوتے ہی آرمینا کے متعلق ایک زبردست منصوبہ گانٹھا گیا اور یہ کارروائی قریباً ایک سال سے برابر جاری ہے۔ جو ہاتھ کہ درپردہ ارمینوں کے قتل کے متعلق کارروائی کر رہا ہے وہی ہاتھ ترکوں کے خون سے بھی رنگا ہوا ہے (چیرز)

شرائط صلح جو ہمارے پیش نظر ہیں بہت ہی ناپاک ہیں جن کی رو سے اتحادیوں نے ہر ایک اسلامی ملک پر اپنی اپنی حکم برداری قائم کر لی ہے۔ یونان کے حوالہ سمرنا اور تھریس کر دیا گیا ہے۔ عراق اور فلسطین پر انگریزوں نے اپنا تسلط جما لیا ہے لیکن اے غریب بے کس ارمینوں نہ تمہاری زمین میں تیل ہے نہ تمہارے پاس روئی ہے۔ تمہارے لئے صرف ایک چیز ہے اور وہ قتل (چیرز غلغلہائے تحسین)

اے ارمینوں میں تم سے کہوں گا ترکوں کے ساتھ دوستی میں تمہیں زیادہ فائدہ ہے بمقابلہ اس کے کہ تم اپنے عیسائی دوستوں سے مدد چاہو (چیرز) تمہارے لئے ہر روز اور ہر گھڑی ایک نئی مصیبت ہوگی۔ اگر تم لوگ ترکوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے تو

ایک نئی سلطنت قائم ہوگی۔ جو نئی حکومت جمہوریہ ایوان ترکی حکومت کے درمیان ہوگی جو عیسائی ترکی ارمینیا میں نہ رہنا چاہیں وہ دوسری طرف چلے جائیں اور جو مسلمان عیسائی علاقے میں رہنا پسند نہ کریں وہ ترکی علاقے میں چلے جائیں۔ چونکہ دوران جنگ میں تمام علاقے تباہ ہو چکے اور اب پھر تعمیر کئے جائیں گے۔ اس لئے نقل مکان کرنے والی دونوں جماعتوں کے درمیان جائداد اور اثاث البیت کے مبادلہ کا انتظام کچھ زیادہ مشکل نہ ہوگا۔

نیابت جداگانہ

اگر اس سے تمہارا اطمینان نہ ہو اور تم وہیں رہنا چاہو جہاں اس وقت رہتے ہو تو میں تمہارے لئے انہیں حالات کی تجویز پیش کرتا ہوں جو ہمیں ہندوستان میں حاصل ہیں ہم مسلمانان ہند اپنے ملک میں بمقابلہ ہنود کے قلیل التعداد ہیں۔ ہم نے اپنے ہم وطن بھائیوں کی اکثریت سے یہ سمجھوتہ کر رکھا ہے کہ جس صوبے میں ہماری اقلیت ہمارے حقوق کا مناسب تحفظ کرنے سے عاری ہو۔ اس میں وہ ہماری تعداد کے تناسب سے زیادہ حقوق نیابت دیدیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ترکی صلح کے مسئلہ میں جو ایک خالص مذہبی مسئلہ ہے ہندو بھی مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ یہاں ہال میں جو پارسی حضرات موجود ہیں جن میں مسٹر بومباجی تقریر کریں گے اور آپ کو بتائیں گے کہ وہ سب ہمارے ساتھ ہیں۔ ان میں سے ہر آدمی ہمارے ساتھ ہے۔

یونانیوں کی مداخلت بیجا

میں اس امر کو ثابت کر سکتا ہوں کہ میں آپ کی طرح ایک نہایت اچھا عیسائی ہوں (چیرز) کیونکہ جو کچھ میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا۔ آپ کے لئے بھی پسند نہیں کرتا۔ ہر چہ بر خود میپسندی بر دیگراں ہم مپسند۔ لیکن جب کوئی قوم سمرنا یا تھریس میں گھسنا چاہتی ہے حالانکہ اسے اس مداخلت کا کوئی حق نہیں تو پھر مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ میں صلح پسند

آدمی ہوں۔ اور دُنیا کو بھی صلح ہی کی ضرورت ہے (چیرز) اسلام کے معنی صلح ہیں (چیرز) لیکن اگر یونانی لڑنا چاہتے ہیں تو ان کا مقابلہ لڑائی ہی سے کیا جائے گا (چیرز) لیکن ان باتوں پر صرف تالیاں بجانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ یونانی نختمند ہوئے تو نہیا لیکن اگر انہیں منہ کے بل گرا دیا گیا۔ اور مجھے امید ہے کہ وہ عنقریب گرا دیے جائیں گے۔ اس لئے نہیں کہ وہ یونانی ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ غیر منصف ہیں (چیرز) اس کے بعد وہ آپ لوگوں سے۔ فرانس سے اور انگلستان سے عیسائیت کا واسطہ دے کر اپیل کریں گے حالانکہ عیسائیت کو تو انہوں نے خود اپنے پاؤں کے نیچے کچل ڈالا (چیرز)

یونان کی مدد آپ کرینگے

خواتین وحضرات! اگرچہ آپ سے کہا گیا ہے کہ آپ کو ایک سپاہی کی جان کا نقصان بھی نہ اٹھانا پڑے گا اور ایک فرانک بھی خرچ نہو گا۔ تاہم اگر آپ نے اسے برداشت کر لیا تو بہت بُری بات ہوگی۔ ناانصافی کبھی ارزاں نہیں پڑی (طویل چیرز) لیکن آپ لوگ جو تھک کر چور ہو گئے ہیں۔ آپ لوگ جنہوں نے سب سے بڑا ایثار کیا ہے اور پھر آپ لوگ جو آج اپنے ہمسایوں سے صرف ایک نیکی کا لفظ سننے کے لئے بے قرار ہو رہے ہیں یہ کہتا ہوں کہ آپ ہی سے استدعا کی جاتی ہے کہ وینزیلوس اور اس کی جنگی طاقت کے تحفظ کی خاطر اپنے آدمی اپنے سپاہی اور اپنا روپیہ بھیجیں وینزیلوس نے ایک شہنشاہ پر فتح پائی ہے اور میں تو متوقع تھا کہ وہ خود بھی شہنشاہ بن جائے گا (قہقہہ) لیکن آج میں نے آپ کے اخبارات میں پڑھا ہے کہ جو سلطنت وینزیلوس نے مسٹر لائڈ جارج کی اعانت سے فتح کی ہے اس کے لئے ایک جمہوریت پسند قوم شہنشاہ تجویز کرے گی (قہقہہ اور تالیاں)

یہ جنگ گزشتہ جنگ کی مانند ہوگی

بہر حال میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اگر تین چار دن میں یہ فیصلہ ہو گیا اور جنگ قرار پا گئی تو یہ جنگ صرف ٹرکی اور یونان ہی تک محدود نہ ہو گی۔ یہ جنگ گزشتہ جنگ جرمنی کی مانند ہو گی۔ دنیا کے لوگوں نے بنظرِ احتیاط ہمیں غیر مسلح کر دیا۔ ہم کو کسی جماعت میں شامل نہ رہنے دیا۔ لیکن ہماری مشترکہ انسانیت تو کہیں معدوم نہیں ہو گئی (چیئرز)۔

یہ جنگ کب تک رہیگی

جب تک ایک مسلمان مرد۔ عورت یا بچہ بھی باقی ہے۔ جب تک اس کے ضمیر و ایمان کو آزادی نہ دی جائے گی۔ جب تک اس کے مذہبی فرائض کا احترام نہ کیا جائے گا اس وقت تک یہ جنگ جاری رہے گی (چیئرز) لیکن اگر آپ صلح چاہتے ہیں تو یہی وقت ہے۔ اپنی حکومت سے کہیئے کہ وہ اپنی تمام چالوں کو عالم آشکار کر دے اور خفیہ سیاست کا شیوہ ترک کر دے (چیئرز)۔

ترکوں کے خیرخواہ موسیو ملرینڈ

کچھ دن گذرے مجھے ایک فرانسیسی صاحب کا خط ملا جو صرف اپنے ملک ہی میں نہیں بلکہ مشرق میں بھی مشہور و معروف ہیں۔ اس خط میں صاحب موصوف نے مجھے بتایا کہ موسیو ملرینڈ نے کہا ہے اگر فرانس میں ایک آدمی ایسا بھی موجود ہے جو موسیو پیر بوٹی سے بھی زیادہ ترکوں سے محبت رکھتا ہو تو وہ ملرینڈ ہے (بلند چیئرز) اب میں آپ کی وساطت سے موسیو ملرینڈ اور ان کی حکومت سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ دو ہی تین دن کے اندر اندر اپنی دوستی اور محبت کا ثبوت دیں (چیئرز) لیکن دوستی اور محبت صرف لفظوں سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ اعمال و افعال سے اس کا ثبوت ملتا ہے (چیئرز) اب اس دوستی کا ثبوت بہم پہنچانا آپ کا فرض ہے۔

معاہدہ صلح ٹرکی

اس معاہدۂ صلح سے مسلمانوں کے ضمیر کی توہین ہوئی ہے (چیرز) اس کا مدعا خلافت کو پارہ پارہ کر دینا ہے۔ چونکہ اس سے خلافت کو غیر مطلق العنان طاقت بنانا مقصود ہے لہذا اس سے خلافت کے فرایض کی تکمیل قطعاً نہیں ہو سکتی۔ اس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ ترک ان حکم برداریوں کو جو انگلستان اور دیگر طاقتوں کو دی جائیں گی پیش از وقت ہی تسلیم کر لیں (چیرز) شرائط صلح میں اگر حکم برداریوں کو تسلیم کر لیا گیا اور اگر دنیائے اسلام کے جائز مطالبات کو نہ مانا گیا تو اس کا حشر نہایت ناخوش گوار ہو گا۔ میں نے آج فرید پاشا کے داماد سے ورسیلز میں کہہ دیا ہے کہ اگر سلطان المسلمین نے صلحنامہ پر دستخط فرما دئے یا ان کی طرف سے کسی نے دستخط کر دئے تو ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ ہرگز خلیفہ نہیں رہ سکتے اور انہیں خلافت کی مسند سے اتر جانا پڑے گا (چیرز)

میں ترک نہیں ہوں۔ میرا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے انگلستان اور آپ لوگوں کی خاطر اپنے خون سے فرانس کی زمین کو سرخ کر دیا اور جنہوں نے ایک حد تک انگلستان اور آپ کو فتحمند ہونے میں مدد دی۔ یہ الفاظ کسی ترک کے نہیں ہیں بلکہ ایک ہندوستانی کے ہیں۔ میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ مجھے میرے مذہب نے مجبور کیا ہے کہ میں اور میرے ساتھی اسلام کی راہ میں کام آئیں۔ یہ میرا مذہب ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ میرا ایمان ہے جو مجھے مجبور کر رہا ہے کہ اصل واقعات اور کھلی کھلی باتیں آپ اصحاب کے گوش گذار کروں (چیرز) مجھے امید نہیں کہ اس وقت پیرس میں یا قسطنطنیہ میں یا مصطفےٰ کمال پاشا کی فوج میں کوئی بھی ترک ایسا ملے گا جو موجودہ صلحنامہ پر دستخط کر دے۔ ہم ہندوستانیوں نے وائسرائے ہند اور مسٹر لائڈ جارج سے ببانگ دہل کہہ دیا ہے کہ ہم لوگ ہرگز ترکی شرائط کو تسلیم نہ کریں گے (چیرز)

ترکی شرائط صلح میں دفعہ ۱۳۹ کی رو سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ مذہب سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ یہ ایک نہایت ہی عجیب و غریب بات ہے (غلغلہ ہائے تحسین) جس نکتہ پر میں

پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ اتحادی ترکوں سے یہ چاہتے ہیں کہ اسلامی دنیا کی قسمت کی باگ اتحادیوں کے سپرد کردی جائے اور تمام اسلامی دنیا کا مسیحیوں کے ہاتھوں وہی حشر ہو جو مصر کا ہوا ہے یہ ایک ایسی بات ہے جسکو کوئی مسلمان ایک لمحہ کیلئے بھی گوارا نہیں کر سکتا (چیرز) پھر دفعہ ۱۳۲ اور دفعات ۹۶ - ۹۷ اور ۹۸ ہیں - ان دفعات کا منشا یہ ہے کہ ترک اپنے تمام مذہبی و دیگر حقوق و اقتدارات کو جو انہیں شام فلسطین اور عراق عرب میں حاصل ہیں - بڑی بڑی دول متحدہ (اگر اس کی جگہ ایک ہی بڑی دولت متحدہ کہا جاتا تو زیادہ قریب راستی ہوتا) کے حوالہ کردیں اور حجاز کے سب حقوق اس پرانی سرزمین کے نئے بادشاہ کے حوالے کردیں جہاں مسلمان صرف خدائے واحد کی ذات پاک کو بادشاہ سمجھتے ہیں - حجاز کا بادشاہ اعظم اب خلیفۃ المسلمین کے تمام حقوق کو استعمال کریگا لیکن وہ زندگی کیونکر بسر کرے گا - انگلستان کے یہ دوست چھ ہزار پونڈ کی رقم حجاز کے بادشاہ کو غالباً اس لئے دے رہے ہیں کہ وہ انگلستان کا دوست بنا رہے -

شاہِ حجاز کے گذارے کی صورت

میں بہت سی باتوں کے متعلق ترکوں کو الزام دیتا ہوں خصوصاً اس لئے کہ وہ عربوں کی دوستی کو قائم رکھنے میں ناکام رہے لیکن میں ترکوں کے متعلق یہ کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے حجاز کی ریگستانی سرزمین کو ہمیشہ اتنا روپیہ دیا ہے کہ انہیں کبھی اس سرزمین سے اتنا وصول بھی نہیں ہوا - (چیرز) اور آخر ہمارے دوست شاہ حجاز صاحب کب تک اتنا روپیہ برطانی خزانے سے لیتے رہیں گے - غالباً مسٹر لائڈ جارج تو کبھی حجاز میں حج کی نیت سے نہ جائینگے (قہقہہ) اب بھی اسے اپنی آمدنی کے لئے ہندوستان اور دیگر ممالک کے غریب مسلمان حاجیوں ہی کا دست نگر ہونا پڑے گا - لیکن کیا حجاج اس مقدس ترین سرزمین میں ایسے شاہ حجاز کو برقرار رکھنے کا خرچ اپنے ذمہ لیں گے؟ (چیرز)

اماکن مقدسہ کی حکمرانی

بہرحال میں نے امیر فیصل کے سفیر سے کہہ دیا ہے کہ اگر عرب اماکن مقدسہ میں کسی ایسی حکومت کے قیام پر رضامند ہو جائیں تو ہو جائیں ہم تو کبھی نہ ہوں گے (چیئرز) اور خدا عرب کے اس نمائندے کا بھلا کرے اس نے کہا کہ اماکن مقدسہ کچھ ہماری جائداد تھوڑے ہی ہیں ہم اسے اپنے پاس رکھنے یا دوسرے کو دینے والے کون ہوتے ہیں وہ تو اسلام کی مشترکہ وراثت ہے (چیئرز)

جذبات مذہبی اور وزراء کے وعدے

اے خواتین و حضرات! اب میں آپ کو دیر تک روک رکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کو ہمارے نقطۂ نظر سے دیکھئے۔ یہ عہد نامہ ہمارے لئے ہرگز قابل تسلیم نہیں ہے۔ یاد رکھئے کہ دنیا بھر کی مختلف اطراف و اکناف ہندوستان ٹرکی۔ الجیریا۔ مراکو۔ ایشیائے کوچک۔ مصر۔ وسط ایشیا۔ وغیرہ میں تیس کروڑ مسلمان آباد ہیں جن کے مذہبی فرائض اور ذمہ داریوں کو اس عہد نامے کے ذریعے سے پامال کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ہم سے نہایت صاف صاف اور واضح وعدے کئے گئے ہیں جن کا احترام آپ پر اور انگلستان پر فرض ہے۔ اگر آج ان وعدوں سے اغماض کیا گیا تو آپ لوگ بینکوں کا کاروبار کرنے والی قوم سے تعلق رکھتے ہیں اور یہاں آج رات بینکوں کے نمائندے بھی کافی موجود ہیں (قہقہہ) یاد رکھئے گا کہ ایک واپس شدہ چک دوسری دفعہ منظور نہیں کیا جا سکتا (چیئرز) ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم نے انگلستان یا فرانس کے لئے جو کچھ کیا اس کا شکریہ ادا کیا جائے۔ لیکن میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہندوستانی سپاہیوں کو یہ معلوم ہوتا کہ فرانس اور انگلستان کے تحفظ و عراق عرب و فلسطین کی ان فتوحات کے بعد جو برطانی نہیں بلکہ ہندوستانی فتوحات تھیں (چیئرز) ایک ایسا معاہدہ کیا جائے گا اور ان کی شاندار فتوحات کا یہ نتیجہ نکلے گا۔ تو وہ اکتوبر ۱۹۱۴ء کے تاریک ترین زمانے میں کبھی آپ لوگوں کی اعانت کے لئے یہاں نہ آتے

(بلند چیرز) سوال یہ ہے کہ کیا آپ لوگ پرانی روایات کی جگہ نئی روایات پیدا کرنا چاہتے ہیں؟ کیا انسانی ضمیر کے تحفظ کے بجائے اس پر حملہ کرنے کی روایات کو قائم کرنا مقصود ہے؟ (نہیں نہیں کی آوازیں) کیا ایفائے عہد کی جگہ وعدہ شکنی کا عقیدہ پھیلانا منظور ہے؟ (نہیں نہیں) اگر تم یہی چاہتے ہو تو یوں ہی سہی۔ لیکن یاد رکھو کہ ممکن ہے کہ جرمنی زیادہ دیر تک باعث خطر نہ رہے۔ مگر جب تک آدمی آدمی ہے اور شیطان شیطان۔ اس وقت تک کوئی نہ کوئی طاقت انسانی آزادی کے لئے موجب خطر ہی رہے گی لیکن جب تمہاری آزادی کو خطرے میں ڈالا جائے جس طرح آج تم نے ٹرکی اور اسلام کی آزادی پر حملہ کیا ہے تو ہندوستانیوں کو یہاں آنے کی دعوت نہ دینا۔ کیونکہ یہ کام بہت سی تضیع محنت کا باعث ہوگا (چیرز)

ہندوستانی فوجوں نے لڑنے سے انکار کردیا

حال ہی میں سنا گیا ہے کہ ایران میں ہندوستانی فوجوں نے لڑنے سے انکار کردیا دار العوام میں اس کے متعلق استفسار کیا گیا۔ جواب میں کہا گیا کہ ہمیں سرکاری طور پر تو کوئی اطلاع نہیں پہنچی۔ لیکن غالباً یہ خبر غلط ہے۔ اگلے دن گلاسکو کی انجمن صلح اور اس کے بعد سکاربرو کے حزب العمال کی مجلس میں بھی میں نے کہا تھا اور آج آپ حضرات کے روبرو بھی اس کا اعادہ کرتا ہوں۔ کہ آج تو یہ خبر غالباً غلط ہی ہوگی۔ لیکن کل کو غالباً درست نکل آئے (چیرز)

لائڈ جارج اور وینزیلوس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی

شاید اس پر آپ یہ کہیں کہ اس بات کا فرانس سے کیا واسطہ؟ لیکن کیا آپ کے لئے یہ امر باعث شرم نہیں کہ آپ لوگ جرمنی کے مقابلہ میں اس قدر استواری اور شان و شوکت کے ساتھ اپنے حقوق کا تحفظ کرنے کے بعد اب مسٹر لائڈ جارج اور اس کریٹ کے رہنے والے موسیو وینزیلوس کی دم کے ساتھ بندھے ہوئے اپنے ارادے

اپنی روایات اور اپنے اغراض و مقاصد کے خلاف کھینچے چلے جارہے ہیں (چیرز)

ایک دلچسپ کہانی

ایک شادی پر صاحب کا وعدہ ایفانہ کرنے کے جرم میں مقدمہ دائر ہوا۔ مقدمہ بہت دلچسپ تھا مستغاث علیہ نے مدافعت کی خوب تیاریاں کیں بہترین وکلا پیروی کے لئے بلائے گئے۔ روپیہ پانی کی طرح صرف کیا گیا۔ آخر کار ان صاحب نے مقدمہ جیت لیا۔ لیکن اس کے بعد نوجوان خاتون جذبات عشق سے بہت متاثر ہوئی اور قسمت نوجوان کو خط لکھا کہ میں نے تمہارے خلاف حصول زر کے لئے مقدمہ نہیں دائر کیا تھا بلکہ وجہ یہ تھی کہ تم میرا دل اڑا لے گئے تھے اور میں اس کے عوض میں تمہارا دل لینا چاہتی تھی (قہقہہ) چنانچہ وہ صاحب فوراً رجسٹری آفس میں گئے اور اس خاتون کے ساتھ شادی کرلی (قہقہہ) حالانکہ اگر انہیں بالآخر شادی ہی کرنی تھی تو پہلے ہی کرلیتے کہ مقدمہ کی کشاکش اور اخراجات سے تو محفوظ رہتے۔ اسی طرح شاید آپ حضرات بھی اس سے زیادہ ارزاں شرائط پر جرمنی کی صلح خرید سکتے تھے مسلسل (چیرز)۔

آپ حضرات کو معلوم ہو چکا ہے کہ جو عہدنامہ ترکی سفرائے فوق العادہ کے حوالے کیا گیا ہے اسے وہ لوگ ہرگز تسلیم نہیں کرسکتے جن کی نمائندگی کا دعوے ہندوستانی وفد خلافت کو حاصل ہے۔ صرف سات کروڑ مسلمانان ہند ہی نہیں بلکہ ان کے ہموطن ہندو اور پارسی بھی اس معاہدے کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ لیکن اس حقیقت سے قطع نظر کرکے مجھے یہ کہنے میں بھی تامل نہیں ہے کہ اگر باشندگان فرانس اس عہدنامہ کی شرائط کو فرانسیسی نقطۂ خیال سے مشاہدہ کریں تو وہ بھی ہماری ہی طرح اسے نامنظور کریں گے (چیرز) کیونکہ اگر عہدنامہ کی شرائط کا نفاذ

ہو گیا تو اس سے نہ صرف سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہو جائے گا بلکہ لازماً فرانس بھی گر کر درجہ سوم کی سلطنت رہ جائے گا (چیرز) یہ معاہدہ نہایت بُرا ہے لیکن اس کی پشت پر اور خفیہ معاہدے اور سمجھوتے موجود ہیں - ان سے کتنے اشخاص واقف ہیں -

اتحادیوں اور ترکوں کے درمیان جنگ

ایک نہایت ممتاز جرنیل نے مجھے بتایا ہے کہ اس معاہدہ کی شرائط کی تعمیل کرانے کے لئے تین لاکھ آدمیوں کو دو سال تک مصروف پیکار رہنے کی ضرورت ہے - اور ہم اس مہم کے آغاز کو دیکھ رہے ہیں - مسٹر لائڈ جارج نے حال میں اعلان کیا ہے کہ دول متحدہ نے ترکی محبان وطن کے خلاف جنگ برپا کرنے کی منظوری دیدی ہے - لیکن حالت موجودہ میں وہاں بھیجنے کے لئے کوئی برطانی فوج نہیں ہے - یہ سب کچھ اس لئے نہیں کہ مصطفےٰ کمال پاشا کی ہنگامی صلح کی یادگار منانی مقصود ہے (قہقہہ) بلکہ مسٹر لائڈ جارج نے اپنے دوست موسیو وینزیلوس کو ایک قسم کی حکم برداری عطا کی ہے (قہقہہ)

سب سے منصفانہ صلح ہونی چاہئے

وفد خلافت کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ سب سے منصفانہ صلح کی جائے (چیرز) یونانیوں اہنوں اور نیز ترکوں کو ان کے حقوق منصفانہ ملنے چاہئیں لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ جرمنی کی مردہ شہنشاہیت کی جگہ انگریزوں اور یونانیوں کی جدید شہنشاہیت برسر اقتدار ہو اور موسیو وینزیلوس اسی طرح اپنی تلوار چمکائے جس طرح قیصر معزول چمکایا کرتا تھا (چیرز)

غریب آرمینیا کا انجام

آخر میں آپ حضرات سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ ایک منصفانہ اور مستقل صلح کے لئے کوشش کریں اور شہنشاہیت کے دلدادہ سازشیوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی نہ بن جائیں (چیرز) آرمینیا کا انجام بین الاقوامی اخلاق کی آسودگی کا نشان ہے -

پہلے تو ارمنوں کے قتل عام کے شور و غل سے تمام یوروپ گونج اٹھا اور ترکوں کے خلاف سب کے جذبات برانگیختہ ہوگئے، لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ انگلستان نے تو چاہا کہ قسطنطنیہ۔ عراق عرب اور فلسطین میں ترکوں کا جانشین بن جائے۔ لیکن غریب آرمینیا ولادت کے تحفے کی طرح ڈاک کے ذریعے سے پریسیڈنٹ فرانس کی خدمت میں بھیجدیا گیا ہے (قہقہہ اور چیرز)

آٹھویں تقریر

انگلستان سے واپسی پر بمبئی میں ۶۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو سب سے پہلی تقریر۔

حضرات! آپ نے وفد کے متعلق جو کام تجویز فرمایا تھا۔ اسے ہم نے ہر ایک جائز طریقے سے انجام دیا۔ متحدہ ہندوستان نے سلطنت آل عثمان کا جو تعلق جو پیام دول یوروپ تک پہنچانے کا فرض ہمارے سپرد کیا تھا۔ ہم نے اسے آپ کی خواہش کے بموجب ان تک پہنچا دیا۔ ہمارے اختیار میں یہ بات تو نہ تھی کہ صلح کی کانفرنس کے فرامین کو ہم درہم برہم کردیتے یا بہ جبر اپنی بات منوا لیتے لیکن وفد کے سپرد جو خدمت کی گئی تھی۔ اسے ہم نے نہایت ایمانداری اور کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔

انہوں نے فرمایا کہ عرض داشتیں تحریر میں بھی ہوسکتی تھیں۔ لیکن اس طریق سے ہم یوروپ کے جمہور تک نہیں پہنچ سکتے۔ افسوس ہے کہ انگریزی اخبارات ہی اس معاملے میں غیر جانبدار نہیں۔ وہ اپنے ملکی امور کے متعلق تو بڑے بڑے مقالے سپرد قلم کرتے ہیں مگر ہندوستان کے حق میں کچھ بھی نہیں لکھتے۔ اور اگر لکھتے بھی ہیں تو وہ ان کی اپنی اغراض پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لئے انگلستان کے جمہور کو ہندوستان کے جذبات کے بارے میں جو تحریک خلافت سے پیدا ہوئے ہیں بالکل تاریکی میں رکھا جاتا ہے۔ مجھے نہایت افسوس سے معلوم ہوا ہے کہ خلافت کے بارے میں دنیائے اسلام پر ظلم توڑا گیا ہے۔

اس کے ذمہ وار محض مسٹر لائڈ جارج ہیں۔ فرانس اور اطالیہ جن پر مسلمانان ہند کو کوئی دعویٰ نہیں ٹرکی کے حق میں مائل تھے۔ مگر ساتھ ہی اس قدر کمزور تھے کہ مسٹر لائڈ جارج کی مخالفت کر کے مسلمانان ہند کے جذبات برطانی مدبروں کے سامنے پیش نہ کر سکتے تھے۔

میں نے ہر طرح سے احتیاط کر لی تھی کہ کوئی دھمکی استعمال نہ کی جائے۔ کیونکہ وفد کی غرض و غایت امن و مصالحت کی تھی۔ ہندوستان دھمکی دینا نہ چاہتا تھا بلکہ انگلستان کو تنبیہہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ اس ظلم کی تلافی کرے جو مسئلہ خلافت میں لاکھوں مسلمانان ہند پر توڑا گیا ہے۔ ہندوستان کو اپنے اندرونی امن و امان کی انگلستان سے بڑھ کر فکر ہے۔ اگر یہاں فساد اور بدامنی ہو تو اس سے ہندوستان کو نقصان پہنچے گا۔ نہ مسٹر لائڈ جارج یا کسی اور برطانی مدبر کو۔

موجودہ حالت پر ایک نظر غائر ڈال کر میں اس صریح نتیجہ پر پہنچا ہوں۔ اسلام کی آزادی کے لئے ہندوستان کی آزادی قطعی ضروری ہے۔ ہندوستان کے غلام دوسری قوموں کے آزادی صلب کرنے یا انہیں حلقہ بگوش بنانے میں استعمال کئے جاتے ہیں اس لئے میں مسلمانان ہند کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ اگر وہ اسلام کو آزادی دلانا چاہتے ہیں تو انہیں اپنے برادران ہنود کے ساتھ مل جانا چاہئے۔ میں ہندوؤں سے بھی یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ خود مختاری اور آزادی کے خواہاں ہیں تو اپنے مسلم ہمسایوں سے عدم تعاون میں شریک ہوں۔

نویں تقریر

۳۰۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو لاہور کے عظیم الشان جلسہ میں۔

میری آواز ہندوستان آنے کے بعد مسلسل تقریریں کرتے کرتے بالکل پڑ گئی ہے

یہ گلا بغیر پھانسی کے اچھا نہ ہوگا (اللہ اکبر) اگر آپ چاہتے ہیں کہ میری آواز آپ تک پہنچے تو آپ یہ خیال رکھئے کہ آپ کی آواز مجھ تک نہ پہنچنے پائے۔

میرا ابھی پنجاب میں آنے کا ارادہ نہ تھا لیکن ایک خاص کام کے لئے آنا پڑا۔

بہر حال جو وفد خلافت آپ نے امرتسر سے مرتب کر کے انگلستان بھیجا تھا اس کے حالات مختصراً عرض کروں گا۔ جو پیغام آپ نے انگلستان کی قوم اور حکومت کو اور ان کی شریک حکومتوں کو بھیجا تھا وہ ہم نے بلا کم و کاست پہنچادیا۔ ہمارا فرض یہ تھا کہ ہم ان لوگوں کو بتادیں کہ مسلمانوں کی مذہبی پابندیاں کیا ہیں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے جذبات مسئلہ خلافت کے متعلق کیا ہیں اور ہندوستان کا مطالبہ خلافت اور جزیرۃ العرب کی نسبت کیا ہے۔ میرا یہ فرض تھا کہ میں انگلستان والوں کو بتادوں کہ اگر ہمارے مذہبی فرائض کا خیال نہ کیا گیا تو اس کے نتائج کتنے برے ہوں گے۔ ہم پہلے ہی سے جانتے تھے کہ اس میں کامیابی نہ ہوگی۔ مہاتما گاندھی جی ابھی آپ کو بتادیں گے کہ یہ گورنمنٹ کس قدر دغاباز مکار اور فریبی ہے۔ یہ ہمیں سب کچھ معلوم تھا لیکن صرف اتمام حجت باقی تھا تاکہ کوئی کل کو یہ نہ کہے کہ تم نے حکومت سے سختی کیساتھ مطالبات کئے۔ نرمی سے نہیں مانگا ہم نے منت سماجت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا ہماری نرمی کے وزیر ہند اور وزیر اعظم تک قائل ہیں۔ ان سے میری جو خط و کتابت ہوئی یا پرائیوٹ ملاقاتیں ہوئیں ان کے حالات جب میں شائع کروں گا تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم نے کس قدر نرمی اور سچائی کے ساتھ ان لوگوں کے سامنے اپنے مطالبات پیش کئے۔

ہم نے ساتھ ہی ساتھ انہیں یہ بتادیا کہ اگر آپ نے ہمارے خاطر خواہ فیصلہ نہ کیا تو وہ ہندوستان جس کی وجہ سے آپ دنیا میں بہت بڑے بنے بیٹھے ہیں وفادار نہیں رہے گا۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ جب تک ہمارے مذہبی احکام میں کسی قسم کا خلل نہ پڑے اسی وقت تک ہم کسی دنیاوی حکومت کا حکم مان سکتے ہیں۔

لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق

کوئی ہو۔ بادشاہ ہو۔ حاکم ہو۔ خود خلیفہ ہو۔ ہم اس کے کسی ایسے حکم کو نہ مانیں گے جس میں خدا تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی ہو۔ جب تک کوئی مسلمان مسلمان ہے وہ یہی کہیگا کہ ہمارے یہ مطالبات پورے نہ کئے گئے تو ہم بشرط طاقت جہاد کریں گے ورنہ اس ملک سے ہجرت کر جائیں گے۔

وزیر اعظم نے ہم سے کہا کہ اگر ہم تھریس اور سمرنا تمہیں دیدیں اور جزیرۃ العرب پر اپنی حکمبرداری قائم رکھیں تو کیا تم رضامند ہو جاؤ گے۔ لیکن ہمارے وفد کے ایک ایک رکن نے صاف کہدیا کہ اگر ساری دنیا کی بادشاہت ہمیں دیدو اور ہماری ارض مقدس کے ایک انچ پر تم حکومت کرنا چاہو تو ہم ہجرت کرینگے یا جہاد۔

اگرچہ انگریزی اخبارات میں ہمارے خلاف مضامین لکھے گئے اور کہا گیا کہ گورنمنٹ کتبتک محمد علی کو آزاد رکھے گی یہ ہر طرف غلط بیانیاں کرتا پھرتا ہے لیکن میں آج خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ ترکوں کے ساتھ جو بے انصافی ہوئی ہے اس میں سب سے زیادہ قصور انگلستان کا ہے۔ تمام ایسے معاملات میں انگلستان کی قوم جو غفلت برتتی ہے اس پر میں حیران تھا کہ جس قوم کو تینتیس کروڑ ہندوستانیوں کی حکومت سپرد ہے وہ ان کے جذبات و خیالات سے اس قدر بے خبر ہے۔ فرانس نے ہماری بات سنی لیکن انگلستان نے نہ سنی۔ وہ صلحنامہ فرانس کی گورنمنٹ کے اغراض کے خلاف تھا۔ ہمیں معلوم ہو گیا تھا کہ یہ صلحنامہ واپس لیا جائیگا۔ اور اس سے بہتر صلح نامہ وضع کیا جائیگا۔ ہم نے عید الفطر پر بادشاہ کو ایک شکریہ کا تار بھیجا اور ایک آپ لوگوں کے پاس ارسال کیا۔ لیکن بعد میں یہ بات بھی غلط ثابت ہوئی۔ جب وزیر فرانس اور وزیر انگلستان کی باہمی گفتگو ہوئی ہے تو حکم دیا گیا کہ سب یونانیوں کی مدد کریں اور ترکوں کے خلاف لڑیں۔ یہ تمام کارروائی انگلستان کی تھی۔ اٹلی نے بھی یہ کہدیا تھا کہ نہ ہم چندہ جنگ میں ایک پیسہ دینگے نہ آدمی دیں گے۔

ہمارا ارادہ یورپ میں تین چار ماہ سے زیادہ ٹھہرنے کا نہ تھا لیکن ہم نے آٹھ مہینے صرف کر دیئے۔ اٹلی گئے۔ فرانس گئے۔ سب جگہ پھرے لیکن جو سبق ہم نے سیکھا ہے وہ یہ ہے کہ بھائیو۔ خواہ معاملہ خلافت کا ہو یا پنجاب کا یا سوراج کا۔ تم کو انگلستان کی کسی جماعت پر بھروسہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ اوپر خدا پر بھروسہ رکھو اور نیچے خود اپنے اوپر۔

دوسری بات یہ ہے کہ میں اپنے مسلمان بھائیوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہوں کہ اگر تمہارے دل میں صرف اسلام کی محبت ہی ہے اور تم وطن کی محبت سے خالی ہو اور اپنے ہمسایہ بھائیوں سے کسی قسم کی ہمدردی نہیں رکھتے۔ اگر تمہیں ہندوستان سے کچھ سروکار نہیں، صرف حرمین بیت المقدس اور عرب کی حکومت کافروں سے واپس لینی ہے تو پہلے ہندوستان کو سوراج دلا دو کیونکہ دنیا کا کوئی حصّہ ایسا نہیں جہاں انگلستان یا فرانس یا اٹلی اپنی فوجیں بھیج سکیں۔ ایک انگریز بھی کہیں جانے کو تیار نہیں۔ بلکہ سب انگریز ان مصارف پر ناراض ہیں جو ایشیا میں کیے جا رہے ہیں اب بھی صرف ہندوستان کی غلام فوج ہی وہاں بھیجی جاتی ہے کہ دوسروں کو غلام بنائے۔

جب میں انگلستان میں گیا تو لندن میں جو پہلی تقریر کی اسمیں امرتسر لاہور اور گوجرانوالہ کے واقعات بیان کیے۔ مظالم و تکالیف اور تحقیر و تذلیل کے قصّے سنائے۔ جس بندے کو خدائے تعالیٰ نے چلنے کے لیے دو ٹانگیں دی تھیں۔ اسے ڈائر نے پیٹ کے بل چلایا لوگوں کو ٹکٹکی پر ٹنگا کر قمچیاں لگائی گئیں۔ جب قمچیاں کھاتے کھاتے بیہوش ہو جاتے۔ تو ٹکٹکی سے اتار کر انہیں ہوش میں لایا جاتا۔ اور پھر قمچیاں لگائی جاتیں۔ ہماری عورتوں کو بے نقاب کیا جاتا۔ جب یہ سب واقعات میں نے سنائے تو بعض انگریز بھی اس جلسہ میں تھے جو افسوس کرتے تھے۔ ایک مصری مسلمان بھی شریک جلسہ تھا۔ وہ اٹھا اور کہنے لگا کہ آج دو رکعت دوگانہ شکر یہ ادا کروں گا کہ ہندوستان پر مصیبت پڑی ہیں میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ حضرت یہ کیوں؟ آپ اپنے بھائیوں کی مصیبت پر خدا کا شکر ادا کریں گے؟۔

مصری مسلمان نے جواب دیا کہ ہم ساٹھ ستر برس سے دیکھتے ہیں کہ ہم ڈیڑھ کروڑ آدمی تو خیر انگریزوں کی حکومت کو جلد متزلزل نہیں کر سکتے۔ لیکن حیرانی اس بات پر ہے کہ ہندوستان میں تنتیس کروڑ اللہ کے بندے مٹھی بھر انگریزوں کی غلامی کرتے ہیں۔ پھر جب ہندوستانی فوجیں ہماری آزادی کو پامال کرنے کے لیے آئیں تو ہم بہت حیران ہوئے کہ جس طرح کھیدے کا ہاتھی دوسرے ہاتھیوں کو گھیر گھیر کر احاطہ میں لا کر قید کراتا ہے اسی طرح ہندوستانی جو خود غلام ہیں یہاں آکر ہمیں غلام بناتے ہیں۔ آج جو مظالم کا حال سُنا اس سے معلوم ہو گیا کہ اب ہندوستان آزاد ہوگا۔

مسلمان بھائیو۔ اگر تم کو اپنے خلیفہ کی عزت برقرار رکھنا ہے اور تم اس کی آزادی چاہتے ہو تو تھوڑے ہی ایثار سے کام لو۔ آج میں نے اخبار میں دیکھا ہے کہ ترک احرار اور مصطفےٰ کمال پاشا پر ترکی معاہدہ کا نفاذ نہیں ہو سکتا اسکی وجہ یہ ہے کہ ترک ہمیشہ لڑتے رہے ہیں وہ آرام طلبی نہیں جانتے۔ وہ آزادی کے خواہاں ہیں خواہ کسی طرح لے ایک تو وہ ہیں جنہوں نے حکومت کو چھوڑا، قسطنطنیہ کو چھوڑا۔ محض خدا کے بھروسے پر اپنے اہل و عیال سے علیحدگی اختیار کی۔ ایک تم ہو کہ ابھی پوچھ ہی رہے ہو۔ کہ ہم کالجوں سے بچوں کو اٹھالیں؟ کونسلوں میں جائیں؟ تم آج بھی ہچر مچر کرتے ہو اور ان عدالتوں میں جاتے ہو۔ جہاں سے نہ اسلام کو انصاف ملا نہ پنجاب کو۔

جرمنی میں پانچ برس یونیورسٹیاں بند رہیں۔ اکسفورڈ کی یونیورسٹی بند رہی۔ وہاں کیا قیامت آگئی۔ تم کہاں کے اتنے بڑے تعلیم کے حامی ہو گئے۔ کبھی وقت تھا کہ تم تعلیم کی طرف آتے بھی نہ تھے۔ اور آج ایسے محبِ تعلیم بن رہے ہو کہ خدا اور رسول کو بھی اس کی خاطر قربان کرنے کو تیار ہو۔ وہ شرک ہے جس کے بدلے میں تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اگر تم اسلام کو آزاد کرا لو۔ سوراج حاصل کر لو تو تم جہاں جاؤ گے اپنی فوجیں بھیجو گے جہاں تمہاری مرضی نہ ہوگی وہاں کوئی تمہیں نہ بھیج سکے گا۔ ترکوں اور عربوں کو انگریزوں

نے شکست نہیں دی۔ ان کو شکست دینے والے ہندوستانی ہیں۔ ایک طرف تو یہ سور مار دستے یہاں سے جاتے تھے اور دوسری طرف وہاں جاکر بہادری دکھاتے تھے۔

میں ہندو اور سکھ بھائیوں سے بھی یہ کہتا ہوں کہ خلافت اور اسلام کو جانے دو اگر تمہیں مسلمان عزیز نہیں۔ وہ ملیچھ ہیں ناپاک ہیں لیکن اگر تمہیں آریہ ورت اور بھارت ماتا سے محبت ہے۔ تو اس پاس کے ملکوں اور ان پڑوسی سلطنتوں کی آزادی کو بچانے کی کوشش کرو۔ جنھوں نے کسی نہ کسی طرح اب تک اپنی آزادی برقرار رکھی ہے ورنہ یاد رکھو تمہارے پاؤں کی بیڑی اور بھی بوجھل ہو جائے گی۔

مصر پہ انگریزوں نے اس لئے قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس سے روپیہ کمایا جائے بلکہ صرف اس لئے کہ ہندوستان پر حکومت کرنا آسان ہو جائے۔ آج مصر اس بیڑی کو اپنی تلوار سے کاٹ رہا ہے۔ اب وہی بیڑی فلسطین کے پاؤں میں ڈالی جارہی ہے کہ سویز کا کنارہ انگریزوں کے پاس رہے۔ عراق عرب پر محض اس لئے قبضہ کیا جارہا ہے کہ ہندوستان پر حکومت برقرار رہے۔ یقیناً کسی دن انگریز یہ بھی کہیں کہ چاند پر قبضہ کر لیا جائے تاکہ مریخ پر ہمارا اقتدار قائم رہے۔ ایران اور افغانستان کے پاؤں میں بھی اس لئے بیڑی ڈالی جارہی ہے اور وزیرستان پر بھی اس لئے مظالم و شدائد کیے جارہے ہیں کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ باہر سے تمہاری فریاد سن کر تمہیں آزاد کرانا چاہے تو نہ آسکے جب تک انگریز اسے پروانہ راہداری نہ دیں۔ یہاں پنجاب میں پچھلے سال جو کچھ ہوا اس کی خبریں چھ مہینے تک وزیر ہند کے کانوں تک نہیں پہنچیں۔ خدا جانے وہ جھوٹ کہتے ہیں یا ہندوستان کے ذمہ دار لوگ۔ بہرحال میرا ایک جھوٹا ہر طرح سلامت ہے۔

اخبار "مسلم آوٹ لک" اسلامی دنیا کی کچھ خبریں ہمیں مہیا کر دیا کرتا تھا لیکن اس کا داخلہ ہندوستان میں بند کر دیا گیا۔ "ڈیلی ہیرلڈ" کو اپنے ملک میں تو بند نہیں کر سکتے اس کا

داخلہ یہاں بند کیا۔ ہندوستان تو جیل خانہ ہے۔ یہاں اخبار پڑھنے کی اجازت نہیں (شیم شیم کے نعرے) شیم شیم کہنے کا کچھ فائدہ نہیں۔ شیم میری ہے۔ شیم تمہارے لئے ہے جن کی ماؤں بہنوں کو پنجاب میں بے نقاب کیا گیا۔ لیکن ہم نے اپنی غیرت وحمیت کا کوئی ثبوت نہیں دیا۔ شیم ہمارے لئے ہے جو اس حال کو پہنچنے کے باوجود بھی نہیں گرماتے اگر ان لوگوں نے بے ایمانی کی تو نفع بھی تو کمایا۔ تم بتاؤ کہ تم نے وفاداری سے کیا حاصل کیا۔ وفاداری کا صلہ ہرکشن لال سے پوچھو۔ مدن موہن مالوی سے پوچھو۔ جو بڑے وفادار تھے۔ لیکن آئین سے باہر نہیں ہوئے۔ انہیں کیا ملا؟ مسلمان بہت بڑے وفادار تھے۔ انہیں کیا فائدہ ہوا؟ سکھ وفادار تھے۔ لیکن جب پچھلے دنوں سکھوں کا وفد انگلستان گیا تو اس کے اراکین میرے پاس آکر رویا کرتے تھے کہ ہمارے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے تو میں ان سے کہا کرتا تھا کہ ؎

آعندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں ۔۔۔ تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

اللہ کے ساتھ ہم نے بے وفائی کی۔ خود ایک دوسرے کے ساتھ بے وفائی کی۔ ہم اللہ کی دھمکی سے نہیں ڈرتے تھے۔ سرکاری حکام کی دھمکیوں سے کانپ جاتے تھے۔ جب تم اس غلامی کی زنجیروں کو کاٹ دوگے تو تمہارے سب پاپ کٹ جائیں گے جس طرح متعدی مرض کے مریض کو سب سے الگ رکھتے ہیں اسی طرح تم کو آزادی کی ہوا سے بچایا جاتا ہے ورنہ تم بھی آزادی حاصل کر لو۔ جو تمہارے چھڑانے کے لئے آنا چاہیئے۔ اس کے لئے راستے بند ہیں۔ جو سکھ اور مسلمان سپاہی باہر جا کر لڑے وہ بے دین تھے۔ مسلمانوں کے لئے تو اس وقت بھی وہاں لڑنا حرام تھا۔ اور آج بھی حرام ہے وہ یزید کی فوج کی مانند تھے جو نانا کا کلمہ پڑھتی تھی۔ اور نواسے کو ذبح کرتی تھی نہیں تھے جنہوں نے ہر اگست کو مسجدوں میں خدا سے انگریزوں کی فتح اور خلیفۃ المسلمین کی شکست کی دعائیں مانگیں۔

اگر تم نے عراق عرب کو غلام بنا لیا اگرچہ بنا نہ سکوگے۔ کیونکہ وہاں کے احرار کہتے ہیں کہ

ہماری انگریزوں ہی کے ساتھ لڑائی نہیں ہندوستانیوں کے ساتھ بھی ہے) اگر فلسطین شام اور مصر کو بھی غلام رکھا تو سو ڈیڑھ سو برس کے بعد آنے والی نسلیں تم پر لعنت بھیجیں گی اگر اس وقت مہاتما گاندھی سا کوئی اللہ کا بندہ ہوا اور ہندوستان میں قومی تحریک شروع ہوئی تو یاد رکھو کہ تمہارا سر کچلنے کے لیے عراق عرب۔ شام۔ فلسطین سے غلام لائے جائیں گے۔

امرتسر کے سکھ بھائیوں کا جوش دیکھ کر مجھے کہنا پڑا کہ اپنا جوش اس قدر دریا دلی سے خرچ نہ کرو۔ ہمیں اتنا بڑا شعلہ نہیں چاہیے جو ایک ہی دفعہ بھڑک کر بجھ جائے۔ ہمیں تو وہ ٹمٹماتا ہوا چراغ چاہیے جو ساری اندھیری رات میں روشنی دے تاوقتیکہ سوراج کا آفتاب طلوع نہ ہو جائے۔ قاتلوں۔ سفاکوں۔ بیدینوں کی طرف سے تلوار اٹھے۔ تم ہاتھ نہ اٹھاؤ جس وقت تلوار چلانے کا وقت آئیگا تو میری تلوار سب سے پہلے کافر کی گردن پر پڑے گی۔ (اللہ اکبر کے نعرے) ہجرت کے لیے لوگوں نے بہت جلدی کی۔ ابھی اس کا موقع نہ تھا۔ ابھی ترک موالات کرو۔ پنجاب کے تنومند اور مضبوط لوگوں کو دیکھکر مجھے حیرانی ہے کہ تم اتنی سی بات نہیں کر سکتے۔ اگر ہمارے دلوں میں نفرت وحقارت کے خیالات ہوں تو ڈائر اور اوڈوائر کیا ہیں۔ بڑے بڑے نمرود فرعون بھی دبا نہیں سکتے۔ اگر بچے ناراض ہو جائیں انہیں مٹھائی دی جائے۔ تو نہیں لیتے۔ عورتیں روٹھ جاتی ہیں تو عمر بھر نہیں منتیں جو کام عورتیں اور بچے کر رہے ہیں کیا وہ پنجاب کے توانا مرد نہیں کر سکتے۔

ان کے سکولوں میں یہ تعلیم دیجاتی ہے کہ بادشاہ کو مانو خدا کو نہ مانو۔ حالانکہ انہوں نے بادشاہ کو یہ حیثیت دے رکھی ہے کہ ایک لارڈ میئر کو جیل سے نہیں چھڑا سکتا۔ یاد رکھو۔ سونے کے تھال میں بھوجن آتا ہے لیکن ان ہاتھوں سے آتا ہے جنہوں نے عورتوں کو بے نقاب کیا اور بچوں کو بیدر لگائے۔

ڈی اے وی کالج کو کوئی زرامداد نہیں ملتا صرف یونیورسٹی سے اس کا الحاق ہے

کیا تم میں اتنی قابلیت نہیں کہ سکولوں میں امتحان لے سکو۔ اور معائنہ کر سکو۔ عدالتوں میں تمہیں سوائے ظلم کے کیا ملا۔ شاستری کو کونسل میں کیا ملا؟ اعتدال پسند ہے۔ وفاداری کا اظہار کیا۔ گاندھی اور مالوی کو ناراض کیا۔ لیکن ایک قرارداد پنجاب کے متعلق پیش کرنی چاہی جواب ملا کہ بھول جاؤ۔ اگر کوئی ڈاکو تمہارا سب کچھ لے جانا چاہے اور تم کہو کہ اس میں سے تھوڑی سی شے دو۔ تو نامردی اور بے غیرتی کی بات ہے اگر تمہارے دیس کی آزادی کی یہی قیمت ہے کہ تم وکالت نہیں چھوڑ سکتے اور عدالتوں میں جا کر لارڈشپ۔ یور وشپ کہنے کا شوق ہے تو پھر حب وطن وغیرہ کے دعوے چھوڑ دو نہیں تو لوگ تمہارے منہ پر تھوکیں گے۔ ہم بیرسٹروں۔ وکیلوں۔ کونسل کے سورماؤں کو۔ کالج کے ٹرسٹیوں کو کہتے ہیں کہ وہ تمام اپنی اپنی مصروفیتیں چھوڑ دیں۔ موکلین وکیلوں کو چھوڑ دیں۔ رائے دہندگان کونسل کے امیدواروں کو چھوڑ دیں۔ طلبہ کالج وسکول چھوڑ دیں تم کو لیڈروں کی کیا ضرورت ہے۔ لیڈر کبھی ہمارے کام نہیں آئے۔ تم کسی کی غلامی نہ کرو صرف خدا کی غلامی کرو۔ تم کیوں کسی کے دروازے پر جاتے ہو۔ ایک شاعر نے ایک شعر کہا ہے جسے میں ہر روز پڑھتا ہوں ؎

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں؟

اگر تم عدم تعاون نہیں کر سکتے۔ تو لعنت ہے تم پر اور ہم پر۔ مولوی ظفر علی خاں کو بہت بڑا مرتبہ ملا ہے۔ میں ان کے عزیزوں کو اس لئے مبارکباد دیتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ خدا ہمیں مولوی صاحب موصوف سے جلد ملائے۔

دسویں تقریر

سکھ لیگ میں

میرے خالصہ بھائیو۔ اور ہندو میں اسی وقت کی گاڑی سے مہاتما گاندھی اور اپنے بھائی

کے ساتھ بھوائی کانفرنس جارہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ سکھ بھائیوں کے سامنے کسی لمبی چوڑی تقریر کی ضرورت بھی نہیں۔ آپ کے جوش کو ابھارنا نہیں ہے۔ آپ کے جوش کو تو سنبھال کر جیب میں دکھنا چاہئے۔ میں بھی سیوارام سنگھ صاحب کی طرح انگلستان میں بھکاری بن کر گیا تھا۔ مجھے بھی جواب صاف ملا اور انہیں بھی۔ لیکن یہ خدا کی مرضی ہے کہ وہ "نہ ل ورتن" کے مخالف ہیں اور میں "ل ورتن" کے برخلاف ہوں۔ کوئی قوم خواہ ہندو ہو یا مسلمان یا سکھ اُسے چاہتے کہ اوپر خدا پر بھروسہ رکھے اور نیچے اپنے آپ پر۔ انگریزوں کو تو ظلم کی چاٹ لگ گئی ہے۔ انہوں نے امرتسر۔ گوجرانوالہ اور دیگر مقامات پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے۔ اب آئندہ ایسے ظلم کا سدباب ہونا چاہئے۔

تمہاری بہادری دنیا میں مشہور ہے۔ لیکن اس بہادری سے تمہارے ملک کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا۔ یورپ والے تمہیں کھیدے کا ہاتھی کہتے ہیں۔ کھیدے کے ہاتھی کے پاؤں میں زنجیر پڑجاتی ہے تو اپنے دوسرے بھائی ہاتھیوں کو گھیر گھیر کر احاطہ میں لاتا ہے اور گرفتار کراتا ہے۔ مصر میں ہندوستانیوں کو کافی پینے کی اجازت نہ ملی مصریوں نے کہدیا کہ تم ہمارے دشمن ہو۔ ہم تمہیں کافی نہیں پلا سکتے۔

آخری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ جو کچھ تم نے تاریخوں میں پڑھا وہ سب سچ۔ مسلمانوں نے تم پر ظلم کیا وہ سب سچ۔ تم نے مسلمانوں پر سختی کی پروا نہیں۔ تم اس ظلم کا بدلا ہم سے لو۔ میرا گلا کاٹ لو۔ میرے بھائی کی جان لے لو۔ مسلمانوں کی جانیں حاضر ہیں۔ اگر اس قربانی سے ہمارے دلوں کے مَیل دور ہو جائیں اور ہم سوراج حاصل کرنے کے لئے تیار ہو جائیں تو یہ سودا بہت سستا ہی دست سری اکال کے نعرے)

گیارھویں تقریر

کلکتہ مرزاپور پارک کے عظیم الشان جلسہ میں ۲۵۔ جنوری ۱۹۲۱ء کو مہاتما گاندھی کی تقریر ختم ہوئی تو مولانا محمد علی کھڑے ہوئے۔ اللہ اکبر و بندے ماترم کے نعروں کی آواز دیر تک گونجتی رہی۔

اولاً آپنے اردو میں تقریر فرمائی۔ اس کے بعد انگریزی میں۔ دونو تقریریں مطلب کے اعتبار سے یکساں ہیں۔ ہم یہاں پر مولانا کی انگریزی کی تقریر کا خلاصہ لکھ دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ:۔

اولاً میں اپنی درشتی زبان کا معافی خواہ ہوں جو میرے دوست کرنل ویجوڈ کی رہین منت ہے۔ مگر میرے خیال میں اگر سختی الفاظ پر میں اتر آیا تو کرنل موصوف یا گورنمنٹ سے زیادہ خود اپنے بھائیوں کو زیادہ سختی سے مخاطب کیا ہے لیکن اگر سختی الفاظ طلبار کو کالج سے باہر نکالنے میں ذرہ بھر بھی کامیاب ہو تو میں اس درشت کلامی پر آفریں کہتا ہوں۔

میں اس کے قبل جب کلکتہ آیا تو اگرچہ میں مسٹر داس سے ملاقات نہ کرسکا مگر میں جانتا تھا کہ مسٹر داس گویا بھگت اور فقیر ہیں۔ یعنی اگرچہ عیش و تنعم میں ان کی پرورش ہوئی ہے۔ مگر ہندوستان کے داس ہیں۔ اس کے بعد میں نے مسٹر داس سے ناگپور میں ملاقات کی جب خدا کے فضل سے ہم کو ایک برس کے اندر سوراج مل جائیگا تو اس کی تاریخ لکھی جائیگی تو میں خیال کرتا ہوں کہ میں بھی ایک مختصر باب کا اضافہ اس میں بآسانی کرسکتا ہوں اور اس میں دکھاؤں گا کہ کس طرح میں نے مسٹر داس سے منت سماجت کی کہ آئندہ کانگریس کے نصب العین کی تبدیلی میں ہمارے شامل نہ ہوں اور تحریک ترک موالات پیش کرتے وقت ہمارے ہمنوا نہ ہوں۔ مگر ہاں ایک چیز ہے جو ہم سبھوں کے لئے بہت ضروری ہے اس میں وہ ضرور شریک ہوں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ فقیر نہیں آپ نے

لکھو کھا روپے کمائے ہیں۔ جس آسانی سے آپ نے کمایا آپ نے اُسی آسانی سے اس کو تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد مولانا نے ایک مسلمان بادشاہ کا قصہ بیان کیا کہ جب وہ حج کو جا رہا تھا تو اس نے اپنی ساری دولت چھوڑ دی اور ایک فقیر بھی حج کو جا رہا تھا جو اپنی کشکول بھی نہ چھوڑ سکا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ مسٹر سی۔ آر۔ داس کے دل میں بڑے بڑے تعدمات کی کوئی قدر نہیں۔ لہٰذا ناگپور میں کانگریس کی تبدیلی نصب العین یا تحریک ترک موالات کے متعلق میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ اور جب ہم دونوں باہم بغلگیر ہوئے تو مجھ کو معلوم ہوا کہ جنگ میں کامیابی حاصل ہوگی اور میں آج دیکھتا ہوں کہ مسٹر داس نے تمام امتعہ دنیاوی سے دست کشی کر لی اور تمام بنگال میں جوش و خروش پیدا ہو گیا ہے اس کے بعد آپ نے طلبار سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ مسٹر داس کے ترک دنیا کو دیکھ کر کہا ہے۔ مگر آپ کا فقر بھی مکمل ہونا چاہئے بلاشبہ جس طرح ہو سکے قومی کالج بنائیے۔ شکسپیر اور ملٹن کی کتابوں کو پڑھیے۔ علم ریاضی کے مسائل کو حل کیجئے۔ مگر میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کو اس کا خیال ہے کہ نہیں کہ کانگریس نے کیا تجویز منظور کی ہے۔ یعنی یہ کہ نہ صرف سوراج ایک برس کے اندر حاصل ہونا چاہئے۔ بلکہ یہ کہ ایسا ہونا ممکن بھی ہے۔ ساڑھے چودہ ہزار نمائندگان قوم نے اس کانگریس میں مجتمع ہو کر جس سے بڑی کانگریس اس ملک میں کبھی نہیں ہوئی تھی اور جس میں قوم کی نمائندگی سابقہ کانگریسوں سے بڑھ کر تھی یہ تجویز منظور کی کہ سوراج ایک برس کے اندر حاصل ہو جانا چاہئے۔ انہوں نے اس کا بھی فیصلہ کیا ہے کہ ایسا ہونا ممکن بھی ہے اور اگر ہم لوگ کانگریس کے نظام عمل کی اتباع کریں تو ایک سال کے اندر ہم اس کو ضرور حاصل کر لیں گے کانگریس نے فیصلہ کیا ہے کہ نہ صرف ایسا ہونا ضروری ہے۔ بلکہ یہ کہ حتی الامکان ہم تمام ذرائع سے اس کے حصول میں کوشش بلیغ کریں گے لہٰذا میں اس جماعت کا ساتھ نہ دوں گا

جو کہتی ہے کہ ایک برس میں تو فوج کی تنظیم و ترتیب بھی نہیں ہو سکتی۔ اسلئے تم نہیں بن سکتے ہم نہیں بنا سکتے اور خفیہ جماعتیں بھی ملک میں جا بجا قائم نہیں کر سکتے تو کس طرح ایک برس کے اندر امن پسندانہ رویہ رکھ کر آپ اس حیرت انگیز کام کو انجام دے سکتے ہیں میں اس کا جواب دیتا ہوں کہ ہاں ہم ایسا کر سکتے ہیں ایک برس کے اندر آزادی حاصل کرنا کوئی حیرت انگیز امر نہیں۔ میرے لئے یہ بات کب تک حیرت انگیز ہے کہ ہم نے ایک سو ستر برسوں تک اس غلامی اور سیاسی محکومیت کو برداشت کر لیا لہذا آج اگر ہم کو یہ معلوم ہوا۔ کہ آزادی ہی ایک شئے ایسی ہے جو صحیح و معتدل ہے اور آزادی کا فقدان غلط اور غیر معتدل شئے ہے۔

یعنی غیر معتدل شئے کا نام غلامی اور تین سو ملین آدمیوں پر مٹھی بھر آدمیوں کی حکومت ہے اور یہ آدمی وہ ہیں جو سات ہزار میل سے براہ تری و خشکی یہاں آئے ہیں تب ہمکو پتہ معلوم ہو جائیگا کہ سوراج کا حصول ایک برس کے اندر تو بہت ہے۔ یہ کام چند مہینوں کا ہے مگر کیوں اور کس طرح؟ یہ اسوقت ہو سکتا ہے۔ جب آپ کے دل میں اور روح میں اپنی آپ عزت کرنے کا وہ درجہ حاصل ہو جائے گا تو آپ سے لئے بالکل ناممکن ہوگا کہ غلامی کی اس ناپاک و نجس ہوا میں چند لمحوں کے لئے بھی سانس لے سکیں۔

اور میں کہتا ہوں کہ شکسپیر ملٹن پڑھ کر آپ سوراج حاصل نہیں کر سکتے۔ مگر اگر آپ اپنی گم شدہ روح حاصل کرنی چاہتے ہیں۔ اگر آپ اپنے ضمیر کی آواز سننا چاہتے ہیں۔ تو کیا پھر اس کے بعد آپ خیال کر سکتے ہیں کہ آپ اس گورنمنٹ سے تعلیم پائیں گے جس نے پنجاب کے اسکول کے لڑکوں کو اتنے بید مارے کہ وہ بیہوش ہو گئے اور جب اُن کو ہوش آیا تو پھر بید لگائے گئے۔ لہذا کیا آپ کا خیال ہے کہ جب گورنمنٹ کا ایسا خیال ہی تو کیا یہ گورنمنٹ اس قابل ہے کہ وہ کسی شریف آدمی کے بچے کو اس ملک میں ایک لحظہ کے لئے بھی تعلیم دے؟ کیا آپ کا خیال ہے کہ آپ کی قومی عزت کے یہ موافق ہی کہ آپ

اس جگہ تعلیم پائیں جس کو سر آشوتوش مکرجی کہتے ہیں کہ کلکتہ کی قومی یونیورسٹی ہے میں آپ سے کہتا ہوں کہ اس کو دیکھئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ پنجاب جائیے ان چھوٹے چھوٹے بچوں کو دیکھئے جن کو بید لگائے گئے اور ان کا جرم اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ ان لوگوں کے بیٹے اور رشتہ دار تھے جو ملک میں لائق ہیں انہوں نے آزادی کا خواب سویرے دیکھا تھا۔ تو حضرات کیا آپ کا خیال ہے کہ ان کالجوں میں تعلیم پانے سے آپ زنجیر غلامی کو کاٹ سکتے ہیں۔ کیا آپ کا خیال ہے کہ گورنمنٹ جو ابھی تک واقعہ ہائلہ پنجاب پر نادم نہیں ہے۔ کیا ایسی گورنمنٹ سے ہم کو امید ہو سکتی ہے کہ ہم اس کے ہاتھوں سے دنیا کی بہترین تعلیم حاصل کر سکیں گے میں کہتا ہوں کہ آج بہترین تعلیم یہ ہو سکتی ہے کہ آپ ان سے کہئے کہ ہم یہ تعلیم حاصل نہ کریں گے اور یہاں کہیں آپ میں بھی آپکی تعلیم ہو۔ وہ لڑکے جو اپنی تعلیم مکمل کرنا چاہتے ہیں ان کے بارے میں مولانا نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ آپ کبھی بھی غلامی سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ اگر آپ ایک صدی تک چلاتے رہیں جو لوگ امتحان میں شریک ہونے کے لئے وقت چاہتے ہیں۔ ان کے بارے میں آپنے فرمایا کہ نہیں ہے ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں۔ اپنی آپ عزت کا خیال اور اپنی ضمیر کی آواز کبھی اس کی اجازت نہ دے گی کہ وہاں سے ڈگری اور سند حاصل کئے جائیں اور وہ آدمی جو گورنمنٹ یونیورسٹی سے ۱۹۲۱ء میں ڈگری لیگا تو اس سال کا داغ اس پیشانی پر ہمیشہ کے لئے ثبت رہیگا اور آزاد ہندوستان کا سب سے خراب شخص بھی اس کی طرف نفرت سے انگلی اٹھاکر کہے گا کہ یہ وہ آدمی ہے جس کو کامیابی میں شک تھا۔

اور اس سال جبکہ کامیابی پر ہمارا اٹل اعتماد تھا میرے دوستو اگر ہم سنہ ۱۹۲۱ء میں سوراج حاصل نہ کر سکے تو ۲۰۲۱ء میں نہ کر سکیں گے۔ مگر میں آپ سے کہتا ہوں کہ جو وقت ہم ارادہ مصمم کر لیں اور آزادی کے لئے ایثار و قربانی کیلئے تیار ہو جائیں تو ہماری روحیں آزاد ہو جائیں گی اور جب ہماری روحیں آزاد ہو جائیں گی تو کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ یہ روز

قیامت خدا کے پاس آپ جائیں گے تو اپنی پیشانیوں پر ۱۹۲۱ء کا داغ لگا کر جائیں گے آپ اس پر غور کیجیے آپ اگر اپنے قومی کالج میں تعلیم حاصل کر سکیں تو مجھ کو اس میں کوئی عذر نہیں۔ بلا شک قومی تعلیم حاصل کیجیے۔ ہم کو قومی کالج کی ضرورت ہے میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ بھی ایک قائم کیجیے۔

لیکن اب تمہیں کیا کرنا ہے جبکہ تم نیشنل کالج میں ہو۔ میں تمہیں کہتا ہوں اگر شکسپیر اور ملٹن تم کو تمہاری آزادی کے حصول میں مدد کرے تو بیشک تم ان کی تعلیم جاری رکھو۔ لیکن اگر وہ صحیح آزادی کے نمودار کرنے میں ایک لمحہ کے لئے بھی حائل ہو جائیں تو میں تمہیں کہتا ہوں۔ پھینک دو اس شکسپیر کو اور دور کرو اس ملٹن کو۔

مہاتما گاندھی نے جو کچھ انگریزی میں کہا وہ یہ ہے کہ ہم باشندگان ہند آج گورنمنٹ کے ساتھ عدم تعاون کر رہے ہیں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جن راستوں سے ہندوستان کے خون اقتصادی طریق سے بہائے جاتے ہیں ان میں منجملہ دیگر راستوں کے منچسٹر اور لنکاشائر کے کپڑے بھی ایک راہ ہے جس کے ذریعہ ہندوستان کے خون بہتے ہیں اگر تم اس کے متعلق کچھ جانتے ہو اگر تمہاری یونیورسٹی نے تمہیں بنگال کی اقتصادی تاریخ کی کچھ تعلیم دی ہے تو تم کو معلوم ہو گا کہ یہ ایسٹ انڈیا کمپنی ہی ہے جو موجودہ حکومت کا باپ ہے۔ اب ایسٹ انڈیا کمپنی نے جو کچھ کیا وہ تم کو کامل طور پر سوت کے ایک معمولی ٹکڑہ سے باندھنا تھا۔ اور جس روز تم لنکاشائر کے اس سوتی ٹکڑے کو کاٹ ڈالو گے سمجھ جاؤ کہ اسی روز تم نے اپنے پیر کی بیڑیوں کو بھی کاٹ دیا۔

میں کسی قدر پر مذاق انسان ہوں مجھے سخت ندامت ہوتی ہے جب کوئی شخص ہیر اسٹریٹ یا چورنگی سے لکھنا شروع کر دیتا ہے کہ مہاتما گاندھی دنیا میں آئے ہیں لیکن یہ نہیں کہتا کہ عیسیٰ مسیح کے ساتھ آئے ہیں کیونکہ ان کا قول ہے کہ "میں دنیا میں امن لے کر آیا ہوں نہ تلوار" بجائے اس کے مہاتما جی کا قول ہے کہ میں دنیا کے لئے امن لے کر نہیں بلکہ چرخہ لے کر آیا

ہوں۔ لیکن اے میرے دوستو! جو آخیر میں ہنستا ہے اس کی ہنسی سب سے بہتر ہے۔
میں اپنی ہنسی کو ۱۹۲۱ء کے لئے مخصوص کر کے اظہار کرتا ہوں جب ہم اپنی غلامی کے آخری
دنوں کو دیکھیں گے (پُر زور نعرہ تحسین)، میں ایک بنیے کی طرح اس قسم کی مذاق کو اس
دن کے لئے جمع کر رہا ہوں جبکہ نہ صرف کالج کے طلبا بلکہ سر سریندر ناتھ بنرجی چرخہ کاتنے
کے لئے بیٹھ جائیں گے۔

ساٹھ کروڑ روپیہ ہندوستان سے صرف پارچہ جات کی قیمت سے غیر ممالک میں درآمد
ہوتے ہیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اس ساٹھ کروڑ روپیہ سے گورنمنٹ ہمیشہ مالدار بنتی جائے
اس کا جواب دو (نعرہ .... نہیں .... نہیں!) اس حالت میں اگر یہ تمہارا حقیقی مقصد ہے تو یقیناً
تم کو غیر ملکی کپڑوں سے احتراز کرنا پڑیگا۔ تمہاری عریانی کو دفع کرنے کے لیے یقیناً تم کو
سودیشی کپڑا پہننا پڑیگا۔

لیکن تم اس کو کہاں سے حاصل کر سکتے ہو؟ کیا تم اس کو محسوس کرتے ہو کہ تمہاری
عورتوں کی ستر پوشی کے لئے کافی کپڑے نہیں ہیں؟ پس اس معاملہ میں تم کیا کر رہے ہو؟
تمہارے کارخانے جیسا کہ مہاتما جی نے فرمایا۔ پچاس سال کے اندر بھی تمہاری ضروریات
کے لائق کپڑے فراہم نہیں کر سکتے۔ تم ہندوستان کی عریانی کے اندفاع کی کیا ترکیب کر
رہے ہو؟ تم کہو گے تمہارے دستی کرگھوں سے لیکن تمہارے کرگھوں کے لئے سوت کی ضرورت
ہے۔ اب بتاؤ تم سوت کہاں سے لاؤ گے؟ کیا تمہاری تعلیم نے جو تم اس عظیم الشان
نیشنل کلکتہ یونیورسٹی میں جو بسرکردگی سر آشوتوش مکرجی قائم ہے اس معمولی مسئلہ کیلئے
تمہیں کچھ تدبیر بتائی ہے۔ تم جرمنی یا بالشویک پر اعتماد کئے بیٹھے ہو یا تم خدا کو آسمان پر
بھروسہ کرتے ہو اور زمین میں انسان کو؟ میں اب زیادہ وقت تک نہ کسی یورپین طاقت
کا غلام رہوں گا نہ کسی ایشیائی طاقت کا۔ میں ترکوں کا غلام نہیں ہوں گا۔ میں اپنی آزادی
کے لئے افغانستان کی امداد نہیں قبول کروں گا۔ میں کسی شخص پر امداد کے لئے نظر نہیں رکھوں گا

یہ میرے لئے باعث شرم ہے کہ میں جرمن، بالشویک، جاپان یا ترکوں سے مدد مانگوں۔ اگر تم اپنی آزادی کے طالب ہو تو تم کو ایسا کام کرنا چاہیے کہ تم خود اپنے پر بھروسہ کر سکو کسی قوم نے دوسرے کی امداد سے آزادی نہیں حاصل کی ہے۔ یہ تمہیں ہو جن کو دستی ہو جانا چاہیے۔ اور اس کی قربانی کیا ہے؟ کیا تم اب تک اس کو باعث تحقیر سمجھتے ہو کہ تم کو خود بکار نا چاہیے؟ اگر تم اس پرنالہ کو کاٹ ڈالنا چاہتے ہو۔ اگر تم اس خطرناک پائپ کو توڑ ڈالنا چاہتے ہو جس کے ذریعہ ساٹھ کروڑ روپیہ ملک سے باہر چلے جاتے ہیں کیونکہ یہی چیز ہے جو لنکاشائر سے کپڑوں کی برآمد سے تمہارے ملک کو ضعیف وغریب کر رہی ہے ستر فی صدی سے زائد کسان۔ ملک کا یہ مفلس طبقہ مانچسٹر کے کپڑے استعمال نہیں کرتے ہیں، وہ ہاتھ کے بنے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں لیکن باوجود اس کے سوت کی درآمد کی ضرورت ہے اگر تم اس پرنالہ کو کاٹ ڈالنا چاہتے ہو تو ہمارے لئے اس کی ضرورت ہے کہ تم اپنی ماؤں۔ بہنوں اور بھائیوں اور دوستوں سے کہو کہ وہ سوت کات کے نکالیں۔ اگر تم اس کو کرو گے تو تمہاری آزادی کے دن قریب ہوں گے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ چرخہ میرا روپیہ ہے۔ لیکن اگر اب تک تم یہ سوچے ہوئے ہو کہ تعلیم کے حصول ہی سے جیسی تعلیم کہ تم حاصل کر رہے ہو، تم آزادی حاصل کرو گے، تو چشم ما روشن دل ماشاد۔ لیکن اس بارہ میں تم کو خلوص و صداقت اپنی جوانی کی پوری صداقت کے ساتھ سوچنا چاہیے تم کو تمہاری قومی آزادی کا مسئلہ حل کرنا ہے اور یہ غیر ملکی امداد کے بغیر کرنا ہے۔ تو کیا اب بھی تم اس صرف دماغ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس مسئلہ کو حل کر لوگے؟ جب تم آزادی کے لئے کام کرو تو تاریخ کے صفحات پر بھی نظر ڈالو۔

مہاتما گاندھی نے ابھی تم کو زبان کی مشکلات کے متعلق کہا ہے کیا یہ باعث شرم نہیں ہے کہ وہ لوگ جو آزادی کے خواہاں ہیں آپس میں اپنی زبان میں بات تک نہیں کر سکتے؟ بنگال اور مدراس کے آدمیوں کی گفتگو کی دقت کو بیان کرتے ہوئے معزز مقرر نے فرمایا

۔۔ انگریزی زبان کو حصول آزادی کے بعد بھی ہندوستانیوں کو سیکھنا پڑے گا۔ تاکہ ہماؤ یانہ طریقہ سے یورپ سے تجارتی تعلق جاری رہ سکے۔ لیکن ملکی معاملات کی انجام دہی کے لئے ان کو اپنی زبان استعمال کرنی ہوگی۔ ہندوستانیوں کو اپنی زبان میں اپنے تخیلات وجذبات کا اظہار کرنا پڑے گا۔ پس ایسا کرنے کیلئے ہر ہندوستانی کو جو ہندوستان کی آزادی کا خیال اپنے دل میں رکھتا ہے ہندوستانی کی تحصیل کرنی ہوگی

خاتمہ تقریر میں لائق مقرر نے کہا۔ ان تمام باتوں کے علاوہ ہماری مشکلات کی ایک اہم وجہ مالی مسئلہ ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ کی توجہ کو اس ادنی مشکل کی جانب بھی مبذول کروں۔ حضرات! آپ کو روپیہ نکالنا ہوگا۔ ہندوستان کی آزادی کے لئے آپ کتنا چندہ دینا چاہتے ہیں۔ میں اس روپیہ کو صرف لگانے کیلئے نہیں کہونگا بلکہ کل یا پرسوں مسٹر سی۔ آر۔ داس کے پاس جمع کرنے کیلئے کہونگا۔ وہ روپیہ وہاں محفوظ رہے گا۔ (نعرہ بندے ماترم)

بارہویں تقریر

کلکتہ میڈیکل کالج کے طلبار کے عظیم الشان جلسہ میں

۲۵۔ جنوری ۱۹۲۱ء کو گیارہ بجے ڈاکٹری طلبار کا جلسہ بصدارت مولانا محمد علی صاحب منعقد ہوا:۔

مسٹر سی۔ آر۔ داس نے پہلے پہل مسٹر اینڈریوز کا پیغام سنایا جس میں انہوں نے میڈیکل طلبار کے متعلق اپنی سابقہ رائے بدل دی ہے اور کہا ہے کہ تمام میڈیکل طلبار ایک ایک کر کے اپنے کالجوں سے الگ ہو جائیں۔ بعد ازاں مولانا محمد علی نے اپنی تقریر شروع کی۔

مولانا نے فرمایا کہ بعض لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ میڈیکل طلبار کے ساتھ خاص

رعایتیں رکھی گئی ہیں اور ان کی علیحدگی کا مسئلہ ویسا ضروری نہیں ہے جیسا کہ اور طلبار کی علیحدگی کا مسئلہ ہے اور وجہ لوگوں کے پاس یہ ہے کہ میڈیکل طلبار بیماروں اور مرنیوالوں کی مرہم پٹی کرتے ہیں اور یہ انسانیت اور مردانیت کے خلاف ہے کہ ایسے شریفانہ او مقدس کام کرنیوالے اپنے فرائض سے الگ ہوں، لیکن مولانا نے فرمایا کہ زخموں کی مرہم پٹی سے بڑھ کر ایک کام اور بھی شریفانہ اور مقدس ہے وہ روح کی آزادی کا کام ہے جب طلبار انسانیت اور مردانیت کو اس قدر عزیز رکھتے ہیں تو پھر روح کی آزادی سے بڑھ کر دنیا کا کوئی کام شریفانہ نہیں ہو سکتا، اور یہ معلوم ہے کہ ترک موالات نام ہے تزکیہ نفس کا اور عبارت ہے روح کی آزادی سے۔

اس کے بعد مولانا نے فرمایا کہ آج کل ڈاکٹری اور طبابت کا اصل مقصود مریضوں کا علاج اور زخموں کی مرہم پٹی کرنی نہیں ہے بلکہ صرف مال و دولت کی فراہمی اور فیس کا جمع کرنا ہے۔ ملک میں کتنے بندۂ خدا ایسے ہیں جو ڈاکٹری ڈاکٹری کی نیت سے کرتے ہیں اور جن سے غریبوں بیکسوں کو دوائیں مفت ملتی ہیں۔ تقریباً تمام ڈاکٹروں کا مدعا صرف فیس کا لینا ہوتا ہے۔ لہذا اس ڈاکٹری میں جو آجکل مروج ہے کوئی شرافت یا انسانیت کی خوبی نہیں پائی جاتی۔ آج کل ڈاکٹری اور بیرسٹری میں سر مو برابر فرق نہیں جس طرح ایک بیرسٹر موکلوں کی پیروی کر کے فیس لے لیتا ہے اسی طرح ایک ڈاکٹر علاج کر کے فیس لے لیتا ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ موجودہ طرز طبابت اور طریقہ ڈاکٹری انگریزی حکومت کا عطیہ رحمت ہے کہ اس سے ہزاروں بیمار شفا پاتے ہیں لیکن اصل واقعہ یہ ہے کہ انگریزوں کی کوئی مہربانی نہیں ہے بلکہ ان کی خود غرضی کا ایک کرشمہ ہے ہندوستان کے عالم نباتات میں تمام امراض کی دوائیں مبدء فیاض نے خود بخود پیدا کر دی ہیں۔ اور اگر ان قدرتی جڑی بوٹی کو کام میں لایا جائے تو پھر مزید ولایتی دواؤں کی حاجت ہی نہ رہے مگر انگریزی گورنمنٹ نے ہندوستان کی دیسی دواؤں کو بالکل بے قدر اور بے کار بنا دیا

اور صرف انگریزی دواؤں کو فروغ و رواج دیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہر ڈاکٹر انگریزوں کی نظر کرم کا نہ صرف محتاج ہی ہے بلکہ ان کو اپنا مربی و محسن سمجھنے لگا ہے۔ انگریزوں نے ایک طرف اپنی دواؤں کو فروخت کرکے خزانہ بھر لیا اور دوسری طرف ہندوستانیوں کو بالکل محتاج اور بے بس بنا دیا۔ اور تیسری طرف اپنا بار احسان سب پر ڈال دیا۔

مولانا نے فرمایا کہ آج جب ڈاکٹری کی ترقی کا آفتاب نصف النہار پر ہے۔ ہم کو لوگ بتائیں کہ کس حیثیت سے موجودہ ڈاکٹری ہندوستان کی قدیم یونانی اور وید کے طریقے سے عمدہ ہے؟ آیا پہلے سے آجکل موتیں کم ہوتی ہیں؟ آیا پہلے سے مریض زیادہ شفا پاتے ہیں؟ آیا پہلے سے دوائیں سستی ملتی ہیں؟ ان سوالات کا جواب آج ہندوستان کا بچہ بچہ دے سکتا ہے۔

علاوہ بریں لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ میڈیکل اسکول اور کالج اور انکے قیمتی سامان ہندوستانی طلبار کے فوائد کے لئے بنائے گئے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ انگریزوں کی منفعت پہلے اور ہندوستانیوں کا فائدہ بعد کو مقصود ہے۔ جنگ کے زمانہ میں بہت سی دواؤں کا استعمال بند کر دیا گیا۔ کیونکہ انگلستان میں دواؤں کی ضرورت شدید تھی۔ ہندوستان میں ہزاروں لاشیں تڑپیں۔ ہزاروں جانیں ضائع ہوئیں مگر جنگ کے زمانہ میں انگریزوں کو رحم نہ آیا اور بہت سی دوائیں انگلستان کے لئے مخصوص رہیں یہ کیوں اس لئے نہ کہ انگریزوں کی جانیں ہماری جانوں سے زیادہ پیاری اور قابل حفاظت ہیں؟ ان کی ضرورت کے بعد بچا کھچا ہندوستانیوں کو نصیب ہوتا ہے۔ کیا اب بھی انگریزوں کی مہربانی ہی رہی؟

اسی طرح ریلوے، تار اور ڈاکخانوں کا حال ہے۔ جنگ کے زمانہ میں یہ سب چیزیں کس قدر کم ہوگئی تھیں یہ اس لئے نہ کہ ہندوستانیوں سے بڑھ کر انگریزوں کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے؟

یہاں غلہ کے مارے لوگ بھوک کے مرتے تھے لیکن گورنمنٹ نے مال گاڑیاں بالکل بند کردی تھیں۔ کیا اب بھی ان کی عنایت ہی رہی۔

ان تمام باتوں سے صاف عیاں ہے کہ ان تمام ظاہری عافیت وہ چیزوں میں صرف انگریزوں کی حفاظت مقصود ہے۔ ہندوستانیوں کا صرف نام ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ انگریزی حکومت سے ہمکو صاف سڑکیں ملیں اور شاندار ریلوے اور تار ملے جو پہلے زمانہ میں بالکل ناپید تھے مگر اس میں لوگوں کو دھوکا ہوتا ہے۔ قانون فطرت کا تقاضا ہے کہ ہر چیز اپنے اپنے وقت میں پیدا ہو جاتی ہے پہلے زمانہ میں ان چیزوں کی ضرورت نہ تھی اور آج کل ہے۔ اس وقت جون سی ہی حکومت ہوگی۔ سامان خود بخود پیدا ہو جائیں گے۔ تمام مشرقی ممالک میں اس وقت تمدنی سامان موجود ہیں کیا یہ سب انگریزوں یا یورپینوں کا صدقہ ہے؟ ہرگز نہیں۔

مولانا نے فرمایا کہ ہم لوگوں کی آزادی اس طرح پامال کردی گئی اور ہم لوگوں کے دل و دماغ کو اس طرح روند ڈالا گیا ہے کہ اب ہم چلتے ہیں تو انگریزوں کے پیر سے بولتے ہیں تو انگریزوں کی زبان سے۔ سوچتے ہیں تو انگریزوں کے دماغ سے اور بحث کرتے ہیں تو انگریزوں کے نقطۂ نگاہ سے۔ صرف ہماری آزادی ہی نہیں چھین لی گئی ہے بلکہ ہمارے ہاتھ ہمارے پاؤں ہمارے دل و دماغ سب انگریزوں کی نظر عنایت کا شکار ہوئے ہیں۔

مولانا نے پھر فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ترک موالات یا موجودہ سرگرمیاں صرف گورنمنٹ کو مفلوج کرنے کی غرض سے جاری کی گئی ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ لوگ زیادہ تر خود اپنی مفلوجیت اور بے بسی کو دور کرنے کی غرض سے ترک موالات کئے ہوئے ہیں ہندوستان اسوقت تک آزاد نہیں ہو سکتا جب تک ہمارے ہاتھ ہمارے نہ ہو جائیں ہمارے پاؤں ہمارے نہ ہو جائیں اور ہمارے قلب و جگر ہمارے نہ ہو جائیں۔ ترک موالات

کا مقصود تمام تر یہی ہے کہ ہم لوگ اپنی بے بسی اور محتاجی کو دور کریں اور ملک کو ان آفتوں سے بچائیں جو آئے دن ہماری مفلوجیت کی وجہ سے پیدا ہوا کرتی ہیں مولانا نے فرمایا کہ جس شخص کو ذرا بھی خودداری اور عزت نفس چھو گئی ہو اور جس کو شمہ برابر بھی قومی عزت اور ملکی وقعت کا خیال ہو وہ ایک منٹ کے لئے بھی یہ غلامی برداشت نہیں کر سکتا جو آج کل ہندوستانیوں کو مجبور اور بے بس کئے ہوئے ہے۔ ایک عزت دار شخص سخت ترین سے سخت ترین تکلیف کو برداشت کرے گا۔ اپنے اوپر مصائب و آلام کے پہاڑ اٹھائے گا اور اپنی زندگی کے چراغ کو ہمیشہ کیلئے گل ہوتا ہوا دیکھے گا مگر ایک لمحہ کیلئے گوارہ نہیں کر سکتا کہ ایسی حکومت سے جس نے ملک و قوم دین و مذہب اور خدا رسول سب کی عزت و وقعت کو پامال کر دیا کسی طرح کا فائدہ اٹھائے وہ مر جائے گا مگر ایسے انگریزوں کی دوا نہیں استعمال کرے گا۔ وہ اس لالہ زار دنیا کو چھوڑنا اس بات سے ہزار بار بہتر سمجھے گا کہ ایسے ناپاک انگریزوں کے ناپاک ہاتھوں کا منت کش ہو وہ سسکیاں لے لے کر دم توڑ لیگا۔ مگر انگریزی حکومت کا بار احسان سر پر لینا گوارہ نہ کرے گا ایک خوددار شخص اندھا رہے گا گونگا رہے گا۔ بہرا رہے گا۔ بیمار رہے گا۔ مگر انگریزوں کی دی ہوئی دواؤں سے ان امراض کو دور کرنے کا خواہاں نہ ہو گا۔ ہم کو بیمار اور مریض رہنے میں کسی قسم کی شرم نہیں ہو سکتی۔ لیکن ناپاکوں کا احسان لے کر اپنے مرض کے دفعیہ میں ایک بار نہیں ہزار بار شرم آئے گی اور کسی بھلے اور عزت دار آدمی سے آنکھ ملانے کے قابل نہ رہے گا۔ مولانا نے فرمایا کہ اکثر ظاہر بینوں کا خیال ہے کہ بلا سخت گیری کے سوراج ملنا محال ہے اور بغیر حضرت رساں ترک موالات بالکل بے سود آلہ ہے۔ لیکن ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ ترک موالات سے آسان تر اور بہتر ذریعہ مشکل ہے کیا ہم ایک سال کے اندر ہتھیار بنا سکتے ہیں۔ کیا ہم ایک سال کے اندر بم کے گولے تیار کر سکتے ہیں۔ کیا ہم ایک سال کے اندر توپیں اور بندوقیں مہیا کر سکتے ہیں؟ اگر

نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر ترقی اور سہولت اختیار کرنی چاہیئے اور صرف آپس کے اتحاد و اتفاق سے ہم کو وہ کام نکالنا چاہیئے جو ساری دنیا گولوں کے ذریعہ سے کرتی ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ سوراج اور آزادی صرف عبارت ہے خودداری اور عزت داری سے اگر آج سارے ہندوستانیوں کو اپنی اور اپنی مادر وطن کی عزت کا خیال ہوگیا تو پھر آج ہی ہندوستان میں آزادی وحریت کا آفتاب عالمتاب درخشاں ہو جائیگا ہمارے راستہ میں اصلی دقت یہ نہیں ہے کہ ہمارا کام بذات خود مشکل ہے بلکہ اصلی دقت یہ ہے کہ ہمارے بھائی اس کام کو مشکل سمجھے ہوئے ہیں اور ان کا یہ خیال دوسروں کو بھی آگے قدم نہیں بڑھانے دیتا۔

مولانا نے فرمایا کہ آج اگر آپ لوگ قوم اور ملک کی خاطر اپنے عیش وعشرت اور آرام وعافیت کی قربانی کردیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ پولیس اور فوج کی لوگ ترک موالات نہ کریں؟ اس کے بعد ایک سپاہی کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ وہ مرا دوست اس طرح اپنی قوم کے لئے آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے جس طرح ہم روتے ہیں اور اغلب ہے کہ وہ بھی طوق غلامی اتارنے میں نمایاں حصہ لے۔ مثلاً مولانا نے فرمایا کہ سیکڑوں سپاہی مہاتما گاندھی کو دیکھنے کے شوق میں بے چین رہتے ہیں اور جب کبھی دیکھتے ہیں تو مہاتما گاندھی کی جے جے پکارتے ہیں۔ ایک دفعہ متعدد سپاہیوں نے مولانا شوکت علی صاحب کو دیکھکر مہاتما گاندھی کے متعلق بیتابانہ طریقہ سے دریافت کیا اور ادھر اودھر دوڑ کر مہاتما کی جھلک نظر آئی وہ سب مہاتما کی جے کا نعرہ بلند کرنے لگے اس قسم کے واقعات اور مشاہدات صاف بتلاتے ہیں۔ کہ سپاہی بھی اسی طرح ترک موالات اور کارکنان ترک موالات کی قدر کرتے ہیں اور قوم وملک کے لئے پردرد احساسات اور پرجوش جذبات رکھتے ہیں۔ جس طرح دوسرے لوگ رکھتے ہیں۔

مولانا نے فرمایا کہ آپ لوگوں نے موجودہ گورنمنٹ کی اطاعت میں ڈیڑھ سو برس کا زمانہ دراز گزار دیا اور اس کے معاوضہ میں آپ لوگوں کو خدمت وغلامی کا ذلیل ترین طوق بطور تمغائے امتیاز کے نصیب ہوا۔ اچھا اب ہم لوگوں کی بات بھی ایک برس کے لئے آپ لوگ آزما کر دیکھیں۔ جہاں ڈیڑھ سو برس تک آپ لوگوں نے قسمت آزمائی کی وہاں ایک سال تہا تما گاندھی کی تحریک پر عمل کر کے بھی قسمت آزمائی کر لیجئے شاید آپ لوگ اس عمل کا معاوضہ چاہیں تو اس کا جواب ہمارے پاس صرف یہ ہے کہ ہم لوگ نہ سوداگر ہیں اور نہ سوداگری کرنا چاہتے ہیں۔ ہم آپ لوگوں سے صرف ایثار اور قربانی چاہتے ہیں اور بس۔

اٹلی کی آزادی جب پائمال کی گئی اور وہاں کے باشندوں کو غلام بنایا گیا تو وہاں کے ایک آدمی نے چند آدمیوں کو بلا کر کہا کہ تم لوگ ہمارا ساتھ دو کہ ہم لوگ اس غلامی کو دور کر دیں اور گئی ہوئی آزادی کو پھر دوبارہ حاصل کر لیں۔ لوگوں نے جب معاوضہ دریافت کیا تو اس شریف دل اور جری آدمی نے کہا کہ تم لوگوں کی خدمت گذاریوں اور قربانیوں کا معاوضہ میرے پاس بھوک، پیاس، تکلیف، مصیبت، تھکن، ڈور دھوپ، بادہ پیمائی، آفت، شدت، غرض ہر وہ اذیت ہے جو بنی نوع انسان پر واقع ہو سکتی ہے تم لوگوں کو اس راستہ پر پھول نہ ملیں گے۔ بلکہ کانٹے اور صرف کانٹے۔ یہاں پھولوں کا فرش اور مخمل کا تکیہ نہ ملے گا۔ بلکہ کانٹوں کا ڈھیر اور پتھروں کا انبار تم لوگوں کو اپنے سروں پر پتھروں کی بوچھار کرنی ہوگی اور بجائے پھولوں کے گلدستوں کے کانٹوں کے گلدستے لینے ہوں گے۔

مولانا نے فرمایا کہ اگر تم لوگ ان تمام مصائب و آلام کو برداشت کرنے کو تیار ہو اور ممکن سی ممکن قربانی کرنے پر آمادہ ہو تب ہمارا ساتھ دو اور تب ہی کامیابی کا سہرا تم لوگوں کے زیب سر ہوگا۔ اور ان تمام مصیبتوں اور آفتوں کا سچا اور

قیمتی معاوضہ ملے گا یعنی غلامی اور بے عزتی کے بادل ایک ایک کر کے چھنٹ جائیں گے اور موجودہ تیرہ و تاریک غبار آلود مطلع صاف ہوگا اور آزادی کی چمکدار کرنیں ہندوستان کے افق سے نمودار ہوں گی اور سوراج کا پرچم سارے ملک میں لہراتا نظر آئیگا ۔

بقیہ تقریریں

دوسرے حصہ میں شائع کی جائیں گی،

جو تیار ہو گیا ہے

مشتاق احمد۔ ناظم قومی دارالاشاعت

محلہ کوٹلہ شہر میرٹھ